شہری

SHEHRI

برائے بہتر ماحول

ستمبر — دسمبر ۱۹۹۵ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو' وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔...مارگریٹ میڈ

اندر کے صفحات پر

- پاکستان ایکٹ برائے ماحولیاتی تحفظ
- نامیاتی دولت آپکی منتظر ہے
- گارڈن ایسٹ میں تعمیراتی ضابطوں کی خلاف ورزیاں
- کراچی کے ساحل پر بحری آلودگی
- شہری سب کمیٹیوں کی رپورٹیں

ہمارے اکثر شہر صنعتی آلودگی سے نمٹ نہیں سکتے

صنعت کاروں کی جانب سے صنعتی آلودگی کی مذمت

ڈاکٹر اے تسنیم الزماں وائس چیئرمین
ایف پی سی سی آئی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے ماحول

صنعتی آلودگی اور شہری ماسٹر پلان کے درمیان دوستانہ تعلق قائم کرنا بے حد مشکل ہے۔ خاص طور پر ان حالات میں جو اس وقت ملک میں پائے جاتے ہیں۔ اس وقت ملک میں سوائے خاندانی منصوبہ بندی کے کسی قسم کی منصوبہ بندی پر زور نہیں دیا جا رہا۔ تمام سابقہ منصوبے یا تو ناکام ہو گئے' یا معطل ہو گئے یا "نامنصوبوں" سے تبدیل کر دیئے گئے۔ بہرحال شہر اور صنعت میں ایک مضبوط اور جائز رشتہ موجود ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ شہروں کی ایسی بہت کم منصوبہ بندی کی گئی کہ وہ صنعتی آلودگی کا مقابلہ کر سکیں۔ ضروریات نے شہروں کو تخلیق کیا اور خواہشات نے ان کو پھیلایا۔ خواہشات کسی بھی منصوبے کو ناکام بنا سکتی ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ زیادہ تر شہر دریاؤں کے کنارے آباد ہوئے جہاں خوراک اور دوسری سہولتیں موجود تھیں۔ یہ بغیر منصوبہ بندی کے پھیلتے چلے گئے۔ بعض مرتبہ شہر منصوبہ بندی کے ساتھ بھی بنائے گئے' پاکستان کی خوش قسمتی ہے یہاں دو منصوبہ بندی والے شہر موجود ہیں۔ ایک تو پانچ ہزار سال پرانا ہے یعنی موہن جو ڈرو دوسرا اسلام آباد ہے جو بمشکل ۳۵ سال پرانا ہے۔ موہنجو ڈرو میں ایک اچھی منصوبہ بندی کے تحت بنائے جانے والے نکاسی کے نظام کی موجودگی محض اتفاق نہیں ہے۔ اسلام آباد کے ماسٹر پلان میں سیکٹر ۹/۱ کو ایسی ہلکی صنعتوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے جو کسی طرح ماحول کے لئے نقصان دہ نہیں ہوں گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسٹیل ری رولنگ ملوں کی چمنیوں سے نکلنے والے دھوئیں اور ماربل انڈسٹریز کے گرد و غبار نے اسلام آباد کے شہریوں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ ہر سیکٹر میں بڑے بڑے ہریالے قطعات بنائے گئے تھے تاکہ ہوا کی تطہیر ہو سکے اور ایک خوش گوار اور صحت مند ماحول پیدا کیا جا سکے۔ اب اسلام آباد پلان کی تزئین کی باری آ گئی ہے۔ G/7 سیکٹر میں آب پارہ کے نزدیک ہریالے قطعات فلیٹوں اور بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر کے لئے ٹھیکیداروں کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ عمارتیں بلند ہوتی جا رہی ہیں اور شہریوں کا احتجاج دبتا جا رہا ہے۔ کیپٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی (CDA) اپنے اتنے بڑے ماحولیات کے ڈائریکٹریٹ' ماحولیاتی تحفظ کی کونسل اور شہری امور و ماحولیات کی وزارت کے باوصف اس بارے میں خاموش ہے۔ میں نے یہ مثال اس لئے دی ہے تاکہ ہمارے ملک میں کسی شہر کے ماسٹر پلان اور آلودگی کے درمیان تعلق معلوم کیا جا سکے۔ میں منتظمین کو ملک کے موجودہ حالات کے بارے میں سیمینار کرانے پر

شاہ بندر ترقیاتی ماہرین کی توجہ کی طلبگار ہے

فرحان انور

آج کل کیٹی بندر اور گوادر کا کراچی کی متبادل بندرگاہوں کے طور پر جائزہ لیا جا رہا ہے۔ ان منصوبوں سے بڑی توقعات وابستہ ہیں اور حکومت پوری کوشش کر رہی ہے کہ مقامی اور غیرملکی سرمایہ کاروں کو ان مجوزہ کثیرالجہتی ترقیاتی منصوبوں میں سرمایہ لگانے پر آمادہ کر سکے۔

اس حوالے سے ملک کے ایک ممتاز تعلیمی ادارے کی جانب سے کی جانے والی اسٹڈی میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ شاہ بندر کا مقام (جو کیٹی بندر کے قریب واقع ہے) جس پر ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی گئی' ایک گہری بندرگاہ کی ترقی کے لئے ہمارے منصوبہ سازوں اور ترقیاتی ماہرین کے ایک انتہائی قابل عمل انتخاب ہے جس پر سنجیدگی سے غور کیا جانا چاہئے۔ کسی بھی بندرگاہ کی بنیادی ضرورتوں میں سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ جہاز وہاں بحفاظت پہنچ سکیں' اس لئے سمندر کی طرف جانے والا راستہ گہرا اور چوڑا ہونا چاہئے' دوسرے سامان اتارنے یا چڑھانے کے لئے برتھ ملنے کا انتظار کرنے کے لئے جہازوں کے لنگرانداز ہونے کی جگہ ہونی چاہئے۔ این ای ڈی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی' کراچی کے سول انجینئرنگ ڈپارٹمنٹ کی اسٹڈی سے معلوم ہوا ہے کہ اگر شاہ بندر کے علاقے میں ایک بندرگاہ بنائی گئی تو داری کریک کے ذریعے اس تک آسانی سے پہنچا

باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر

شہری

G-206 بلاک 2- پی ای سی ایچ ایس
کراچی 75400 پاکستان
ٹیلیفون: 4530646
فیکس: 92-21-4548226

ایڈیٹر: انیس ہارون

ڈیلی فون نمبر: 492-3917 فیکس فون نمبر: 494-8118

منیجنگ کمیٹی

چیئرمین	قاضی فائز عیسیٰ
وائس چیئرمین	حسن جعفری
جنرل سیکریٹری	امبر علی بھائی
خزانچی	خطیب احمد
ارکان	دانیال آور زیدی
	[illegible]
	[illegible]
	[illegible]
	عمران شیخ
	[illegible]
	عمیر رحمٰن

شہری کا عملہ

کوآرڈی نیٹر	
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر	عاصم قیصر - عارف عثمان
ہیلپ اسسٹنٹ	تمثیل احمد
اسسٹنٹ میڈیا کیمپینر	
انچارج شعبہ قانون	امبر علی بھائی

شہری ذیلی کمیٹیاں

i	آلودگی	خطیب احمد
ii	تحفظ ورثہ	دانیال آور زیدی
iii	میڈیا اور بیرونی روابط	عمیر رحمٰن
iv	قانون	قاضی فائز عیسیٰ
		امبر علی بھائی
v	پارک اور تفریح (ترقی)	خطیب احمد
vi	مالی حصول	عمران شیخ

نیوز لیٹر کی رکنیت شہری سی بی اے کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے
شہری کے حوالے کے مضامین کے ساتھ مضامین کی کسی بھی دوبارہ اشاعت کا خیر مقدم کیا جائے گا مدیر / ادارتی عملہ کا شہری نیوز لیٹر میں شائع ہونے والے مضامین / خبروں سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

قلمی تعاون کا خیر مقدم کیا جائے گا

دلچسپی رکھنے والے قلم کار رہنمائی کے لئے شہری کے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔ شہری خبرنامہ کے قارئین کا حلقہ نچلے، متوسط اور بالائی آمدنی والے گروہوں، طلبہ، پیشہ ور حضرات، ماہرین ماحولیات پالیسی سازوں، غیر سرکاری تنظیموں اور دیگر تنظیموں پر مشتمل ہے۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن	لیو - یولالہ
پرنٹنگ	ذکی سنز پرنٹرز
پیداکش	اٹر یلس کمیونیکیشن

شہری سی پی ای تمام ملکی اور مقامی کمپنیوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اشتہارات اور / یا عطیات کے ذریعہ ہمارے نیوز لیٹر کی طباعت و اشاعت میں مدد فرمائیں۔

رکن
ICUN
دی ورلڈ کنزرویشن یونین

جا سکتا ہے۔ واری کریک سندھ کے ڈیلٹائی علاقے کی سب سے چوڑی کریک ہے (یہ کراچی سے ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے) اس کریک کی اوسط چوڑائی ۲۵۰۰ میل اور گہرائی ۱۶ میل ہے۔

گزشتہ سالوں میں انسانی سرگرمیوں نے دریائے سندھ کے اخراج کے طریقوں کو کافی حد تک تبدیل کر دیا ہے۔ بیراجوں، ڈیم اور نہروں کے بالائی حصے بننے کی وجہ سے دریائے سندھ کے زیریں بہاؤ میں دریا کا اخراج اور گاد کا وزن کافی کم ہو گیا ہے۔ ایک اور مسئلہ سیلابوں کا ہے۔ ۱۹۹۳ء کے سیلابوں میں کیٹی بندر کا علاقہ پورے طور پر زیر آب آ گیا تھا لیکن شاہ بندر کی قریبی زمین اپنی بلندی کی وجہ سے دریائے سندھ کے سیلابوں اور جوار بھاٹا سے محفوظ رہتی ہے۔ یہاں کی مٹی زرخیز ہے، انواع و اقسام کی نباتات نظر آتی ہیں اور گردو نواح میں انتہائی زرخیز دلدلی جنگلات بکھرے ہوئے ہیں۔ کسی بھی ترقیاتی پراجیکٹ کا اہم معیار اس کا قابل رسائی ہونا ہے۔ شاہ بندر کا گاؤں اس اہم معیار پر پورا اترتا ہے۔ یہاں ٹھٹھہ، سجاول اور چوہڑ جمالی کے راستے سے آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے۔ (چوہڑ جمالی سے شاہ بندر تک پکی سڑک جاتی ہے۔) شہری سہولتیں بھی موجود ہیں کیونکہ کوسٹ گارڈز جیسی سرکاری ایجنسیاں یہاں سرگرم عمل ہیں۔

شاہ بندر واری کریک پورٹ کو اندرون ملک جہاز رانی کے قابل نہر کے ذریعہ دریائے سندھ میں ملایا جا سکتا ہے اور یوں اندرون ملک اشیاء کی محفوظ اور باکفایت نقل و حمل ممکن ہو سکے گی۔

سماجی و اقتصادی ترقی اور علاقے پر اس کے اثرات

اس رپورٹ میں شاہ بندر کے علاقے میں ایک بندرگاہ کے قیام کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ترقی کے مختلف امکانات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ شاہ بندر اپنے محل وقوع کی بنا پر سندھ کے پسماندہ علاقوں کے سماجی و اقتصادی حالات کو بہتر بنانے کا شاندار موقع فراہم کرتی ہے۔ دریائے سندھ کے دائیں کنارے واقع مقامات کی ضروریات پہلے ہی بڑی حد تک کراچی اور بن قاسم بندرگاہوں کی سرگرمیوں کے ذریعے پوری کی جا رہی ہیں۔ لیکن بائیں کنارے کے مقامات اتنے خوش نصیب نہیں ہیں اور تھر، بدین اور نگرپارکر جیسے مقامات تو انتہائی بدنصیب واقع ہوئے ہیں حالانکہ وہ شاہ بندر کے بہت قریب دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر واقع ہیں۔ قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود یہ سندھ کے اور ملک کے بھی سب سے کم ترقی یافتہ علاقے ہیں۔

شاہ بندر واری کریک پورٹ کو اندرون ملک جہاز رانی کے قابل نہر کے ذریعے دریائے سندھ میں ملایا جا سکتا ہے

بدین میں تیل کے اور تھر میں کوئلے کے ذخائر موجود ہیں اور نگرپارکر میں اعلیٰ درجے کی چکنی مٹی اور گرینائٹ کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ (فی الحال ہم یہ چیزیں درآمد کرتے ہیں) شاہ بندر کے علاقے میں بندرگاہ کے قیام کے نتیجے میں ان سارے وسائل کو آسانی سے اور باکفایت طور پر حاصل کیا جا سکتا ہے اور آئل ریفائنریاں، پیٹرو کیمیکل انڈسٹریز، تھرمل پاور پلانٹس، چینی مٹی اور ظروف سازی کے کارخانے اور زرعی بنیاد والی صنعتیں لگائی جا سکتی ہیں۔ اس طرح کے ہمہ گیر ترقیاتی عمل سے علاقے کے سماجی و اقتصادی حالات یقینی طور پر بہتر ہوں گے۔ مقامی بے روزگاری کا آسانی سے خاتمہ کیا جا سکے گا اور سندھ اور پاکستان کے دیگر حصوں کے بے روزگار نوجوانوں کے لئے ملازمتوں کے نئے مواقع پیدا ہوں گے۔

بندرگاہ کے قیام کے ساتھ ایک اور مسئلہ جس پر احتیاط سے غور کیا جانا چاہئے اس کا تعلق مجوزہ بندرگاہ سے اندرون ملک اشیاء اور سامان کی نقل و حمل سے ہے۔ شاہ بندر، واری کریک کے محل وقوع کی بنا پر اس ضمن میں کوئی مسائل پیش نہیں آئیں گے۔ فی الحال ایک ریلوے لائن بدین تک جاتی ہے جس پر لوگ بہت کم سفر کرتے ہیں۔ اس کو بندرگاہ سے ملا کر پورے قومی گرڈ سسٹم سے جوڑا جا سکتا ہے۔ سندھ، پنجاب اور شمالی پاکستان کے لئے متبادل سڑکوں کے جال بھی موجود ہیں۔

اندرون ملک آبی نقل و حمل

شاہ بندر، واری کریک پورٹ کے قیام کے ساتھ اندرون ملک آبی نقل و حمل آسانی سے شروع ہو سکتی ہے۔ یوں ایک لاک اینڈ ڈیم نیوی گیشن سسٹم کے ذریعے دریائے سندھ کو اندرون ملک آبی نقل و حمل کے ذریعے کے طور پر استعمال کیا جا سکے گا۔

یہ المیہ ہے کہ ہمارے پالیسی سازوں نے ابھی تک اندرون ملک آبی نقل و حمل کے طریقے کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی حالانکہ یہ طریقہ باکفایت اور ماحولیاتی طور پر محفوظ ہے اور پھر ہمارے پاس سندھ جیسا عظیم الشان دریا بھی موجود ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں اشیاء کی زیادہ تر نقل و حمل پانی

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر

پاکستان ایکٹ برائے ماحولیاتی تحفظ ۱۹۹۵

ڈرافٹ ایکٹ کا جائزہ

قاضی فائز عیسیٰ

ہر قانون کے پیچھے ایک فلسفہ ہوتا ہے۔ یعنی ایجنڈا کیا ہے۔ مختلف چیزوں کو کیا ترجیح دی گئی ہے اور محدود وسائل کا زیادہ سے زیادہ نتائج کے حصول کے لئے کیسے بہتر طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ پاکستان ایکٹ برائے ماحولیاتی تحفظ کا مسودہ تیار کرتے ہوئے اس بنیادی اصول کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں معاشرے میں عام بدعنوانی اقربا پروری اور اختیارات کے غلط استعمال وغیرہ پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔

اس بل کی بنیادی خامی یہ ہے کہ ماحولیاتی ایجنسیوں کو پولیس والا کردار دے دیا گیا ہے۔ اس بل میں بہت سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ حالانکہ مقصد جیلوں کو بھرنا نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک صحت مند ماحول پیدا کرنا ہونا چاہئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ کارخانوں کا دورہ کر کے اخراج کا جائزہ لیا جائے اور اس کی روک تھام کے لئے مشورے دیئے جائیں اور مقررہ وقت میں ضروری اقدامات نہ کرنے پر ان پر جرمانہ یا کوئی فیس عائد کی جائے جس کی ادائیگی ہفتہ وار یا ماہانہ بنیاد پر کی جائے۔ ظاہر ہے اس سے بچنے کے لئے کارخانہ دار ماحولیاتی ایجنسی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کسی آلے کی تنصیب کو بہتر سمجھے گا۔

انتہائی نقصان دہ مادے خارج کرنے والی فیکٹریوں کو بند کر دینا چاہئے اور انہیں دوبارہ اسی صورت میں کھولا جائے جب وہ متعلقہ ماحولیاتی ایجنسی سے سرٹیفکیٹ حاصل کر لے کہ اب اس کے اخراج سے ماحول کو خطرہ لاحق نہیں ہو گا۔ ماحولیاتی ایجنسیوں کو بھی ذمہ دارانہ رویہ کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح مجوزہ ٹریبونلز کا قیام بھی محض پیسے کا زیاں ہے۔ اس قانون پر عمل درآمد کے لئے موجودہ عدالتوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہتر ہو گا کہ یہ ہائی کورٹس کے دائرہ اختیار میں ہو اور وہاں کمپنی جج کی طرح ماحولیاتی جج کا تقرر کیا جا سکتا ہے اور اس کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جا سکتی ہے۔

تکنیکی معلومات

ماحولیاتی ایجنسیوں کو خود بھی آلودگی اور اخراج کی نگرانی اور تجزیئے کے بارے میں زیادہ تکنیکی علم نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ انہیں آلودگی کی روک تھام گندآب اور اخراج کے ٹریٹمنٹ کے بارے میں بھی بہت کم معلومات ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ ماحولیاتی ایجنسیاں بھی ایسی بیورو کریٹک مشینری بن جائیں جو ایسے افسروں سے بھری ہوں جو اپنے شعبے کے بارے میں تکنیکی اہلیت نہ رکھتے ہوں۔ اس بل میں افسران کے لئے تکنیکی مہارت کا معیار بھی مقرر کیا جانا چاہئے اور اسے حکومت وقت کی صوابدید پر نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ بل میں کم از کم اہلیت کی بھی وضاحت نہیں کی گئی اور نہ ہی اسامی کے لئے اشتہار دینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

نمونے حاصل کرنا

ایک اور پہلو جس کی مناسب طور پر وضاحت نہیں کی گئی وہ گندآب اور فضلات کے نمونے حاصل کرنے کے بارے میں ہے، جہاں اتنی بھاری سزائیں اور جرمانے مقرر کئے جا رہے ہوں وہاں نمونے حاصل کرنے کا بھی کوئی فول پروف طریقہ کار وضع کیا جانا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اس بات کو یقینی بنایا جانا چاہئے کہ نمونے میں تبدیلی کر کے فیکٹری مالک کو بلیک میل نہیں کیا جائے گا۔ یہ ضروری ہے کہ نمونے مقررہ برتنوں میں فیکٹری کے مالک یا اس کے نمائندے کی موجودگی میں حاصل کئے جائیں۔ انہیں ان کے سامنے سربمہر کیا جائے۔ ایک نمونہ مالک کے پاس رہے اور ایک ایجنسی کے پاس۔ چند تبدیلیوں کے ساتھ ڈرگ ایکٹ میں وضع کردہ طریقہ کار کو اپنایا جا سکتا ہے کیونکہ ان ہی نمونوں کی بنیاد پر سزائیں یا جرمانے عائد کئے جائیں گے۔

ماحولیاتی تحفظ کی وفاقی اور صوبائی ایجنسیاں

گرفتاری، معائنے، ضبطی، نمونے حاصل کرنے، اشیاء قبضے میں لینے اور نمونے حاصل کرنے کے تمام اختیارات وفاقی ایجنسی کے پاس ہیں۔ آخر کراچی، قصور یا فیصل آباد والوں کے بارے میں اسلام آباد میں واقع ایجنسی یہ تمام کام کیسے کرے گی؟ بہتر ہو گا کہ یہ سارے اختیارات صوبائی ایجنسیوں کو دیئے جائیں اور وفاقی ایجنسی صرف دارالحکومت کی حدود میں ہونے والی خلاف ورزیوں سے نمٹے۔

صوبائی ماحولیاتی ایجنسیوں کو تمام اختیارات تفویض کر دیئے جائیں کیونکہ وہ نگرانی اور تشخیص کرنے اور جرمانے عائد کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہیں۔ وفاقی ایجنسی کو معیارات وضع کرنے چاہئیں۔ گندآب کے ٹریٹمنٹ کے طریقے مرتب کرنے چاہئیں اور صوبوں کو تکنیکی علم فراہم کرنا چاہئے اور انہیں اپنی مہارتوں میں شریک کرنا چاہئے۔ مطلب یہ کہ ایک ہی چیز پر دونوں جگہ پیسہ خرچ نہ کیا جائے۔

قومی ماحولیاتی کوالٹی معیارات

قومی ماحولیاتی کوالٹی معیارات ماہرین کو بنانے چاہئیں اور ان پر وقتاً" فوقتاً" نظرثانی کی جانی چاہئے۔ پاکستان کے حالات سے مناسبت نہ رکھنے والے کسی دوسرے ملک کے معیارات کو آنکھیں بند کر کے اپنانا مناسب نہیں ہو گا۔ ان معیارات کا اطلاق نئے لگائے جانے والے کارخانوں پر ہونا چاہئے۔ پہلے سے موجود کارخانوں میں ایک ابتدائی رعایتی عرصے کے بعد جرمانے عائد کرنے پر اکتفا کیا جائے یہاں تک کہ قومی ماحولیاتی کوالٹی معیارات حاصل ہو جائیں۔ ماحولیاتی انحطاط کی فیس یا جرمانہ اس طرح وضع کیا جائے کہ اس میں وقت گزرنے کے ساتھ اضافہ ہوتا رہے۔

کونسل

پاکستان آرڈیننس برائے ماحولیاتی تحفظ ۱۹۸۳ء کے مطابق صدر پاکستان کونسل کا چیئرمین تھا نتیجہ یہ ہوا کہ کونسل کی کبھی کوئی میٹنگ ہی نہیں ہو سکی۔ ۱۹۹۲ء میں اس میں ترمیم کر کے وزیراعظم کو چیئرمین مقرر کیا گیا اور آرڈیننس بننے کے دس سال بعد کونسل کی پہلی میٹنگ نگراں

وزیراعظم بلخ شیر مزاری کی چیئرمین شپ میں ہوئی۔ ۱۹۹۴ء میں وزیراعظم کو ایک ترمیم کے ذریعے یہ اختیار دیا گیا کہ وہ خود صدارت کرے یا کسی کو چیئرمین نامزد کردے۔ بہرحال موجودہ بل کے تحت ایک بے حد بااختیار کونسل سامنے آئی ہے۔ چاروں وزرائے اعلیٰ اب بھی اس کے ارکان میں شامل ہیں۔ صوبوں کی زیادہ سے زیادہ شراکت کی ضمانت دینے کے لئے وزیراعظم کی طرح وزرائے اعلیٰ کو بھی اپنی جگہ کسی شخص کو نامزد کرنے کا اختیار ہونا چاہئے۔ کونسل میں سرکاری صنعتی نمائندے، ماحولیاتی غیر سرکاری تنظیموں اور ماحولیاتی ماہرین کو شامل کیا جانا چاہئے۔

ابتدائی ماحولیاتی معائنہ اور ماحولیاتی اثر کی تشخیص

ابتدائی ماحولیاتی معائنے اور ماحولیاتی اثر کی تشخیص کے لئے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان میں اس کے لئے مطلوبہ مہارت اور علم موجود ہو۔ بہتر ہو گا کہ انہیں بتدریج متعارف کرایا جائے۔ بل کی دفعہ ۲ (۳۴) میں دی جانے والی پراجیکٹ کی تعریف ہر طرح کی سرگرمی کا احاطہ کرتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ ایک رہائشی مکان کا بھی احاطہ کر سکتی ہے۔ قانون ایسا ہونا چاہئے کہ ابتداء میں یہ صرف بڑے پراجیکٹس کا احاطہ کرے اور تجربہ حاصل کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ پراجیکٹس اور انڈسٹریز کا احاطہ کیا جائے۔

کیا نئے ایکٹ کی ضرورت ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا نئے ایکٹ کی ضرورت ہے یا موجودہ قانون میں ترامیم کر کے مطلوبہ شعبوں کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک بات طے ہے کہ موجودہ قانون ہو یا مجوزہ بل دونوں ناکافی ہیں۔ ہمیں ایک واضح، جامع، سادہ اور قابل عمل قانون کے لئے کام کرنا چاہئے جو ہمارے معیار زندگی کو بہتر بنا سکے اور جس کی بدولت ہمیں خدا کے عطا کردہ صاف پانی، خالص مٹی، تازہ ہوا کے عطیات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے۔ ☐☐☐

پاکستان کے ماحولیاتی حقائق

☆ پاکستان کا چار فی صد رقبہ جنگلات سے گھرا ہوا ہے جب کہ یہ رقبہ کم از کم پچیس فی صد ہونا چاہئے۔

☆ پنجاب اور سندھ میں چالیس ہزار میل لمبی نہریں ہیں جو دنیا کا سب سے بڑا آبپاشی کا نظام تشکیل دیتی ہیں لیکن ان میں سے زیادہ تر کی مرمت اور دیکھ بھال اور استرکاری نہیں ہوتی اس لئے سیم اور تھور میں اضافہ ہو رہا ہے۔

☆ زرعی شعبے پر زیادہ تر ٹیکس نہیں لگایا جاتا صرف سندھ میں فارم ٹیکس کی مد میں ایک کروڑ روپیہ حاصل ہوا جو چار پجیرو گاڑیوں کی قیمت کے برابر ہے۔

☆ کراچی کے ساحل پر ۵۵۰۰ ٹن غیر صاف شدہ صنعتی اور گھریلو سیوریج پھینکا جاتا ہے۔

☆ پاکستان میں روزانہ ۱۵۰۰۰ بچے پیدا ہوتے ہیں یعنی سالانہ ۴۶ء۵ ملین۔

☆ پاکستان پرانے قرضوں پر ۱۵۷ ارب روپے سود ادا کرتا ہے۔ پاکستان تعلیم، صحت اور ترقی پر ۶۵ء۱۹ ارب روپے خرچ کرتا ہے۔ پاکستان دفاع پر ۱۱۵ ارب روپے خرچ کرتا ہے۔

(نوید حسین۔ دی نیوز)

☐☐☐

بقیہ : صنعتی آلودگی

مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رجحان تبدیل ہو گیا ہے "اب شہر دریاؤں کے کنارے نہیں بسائے جاتے" اب شہر بلکہ صنعتوں کے اردگرد بسائے جاتے ہیں۔ چاہے آپ ایک شہر کی منصوبہ بندی کریں یا ایک انڈسٹریل اسٹیٹ کی۔ دونوں کا ایک دوسرے کے قریب آنا ناگزیر ہے اس لئے منصوبہ سازوں کو احتیاط برتنی چاہئے، وہ دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے دشمنوں کی طرح نہ لا کھڑا کریں بلکہ انہیں ایک دوسرے کے لئے ناگزیر سمجھنا چاہئے اور اس طرح منصوبہ بندی کرنی چاہئے کہ صنعتیں اور شہر دونوں مل جل کر آلودگی سے دور رہیں۔ آپ شہر سے سو میل دور بھی ایک انڈسٹریل اسٹیٹ بنا سکتے ہیں لیکن کچھ عرصے بعد ہو گا یہ کہ ایک نیا شہر بغیر کسی منصوبہ بندی کے ان صنعتوں کے گرد بن جائے گا اور ماحولیاتی مسائل پیدا ہوں گے۔

یہ سوال ہنوز تشنہ جواب ہے کہ غلطی کس کی ہے، منصوبہ بندی کی، صنعتوں کی، لوگوں کی یا ان کی جن پر منصوبہ تیار کرنے اور اسے نافذ کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کے ڈی اے نے بھی کراچی کے لئے ایک ماسٹر پلان تیار کیا تھا لیکن غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے اور معاف کرنا شان غفوری ہے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ کورنگی انڈسٹریل ایریا کی غلط تخلیق پر کے ڈی اے کو معاف کر دے۔ قدرت نے کروڑوں جانور پیدا کئے اور ایک ایک میں نظام اخراج رکھا۔ کے ڈی اے نے صرف ایک صنعتی علاقہ بنایا اور اس

ملک کی دیگر مزاحیہ تقریبات کی طرح کے ایم سی نے بھی کچھ عرصہ قبل ہفتہ صفائی منایا تھا، شہریوں نے اس احمقانہ ہفتے کی کیا قیمت ادا کی

میں نکاسی کا نظام نہیں رکھا۔ اب یہ علاقہ کے ایم سی نے لے لیا ہے اور بائی پاس کے لئے سوچ رہی ہے۔ صنعت کاروں پر آلودگی پیدا کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ یہ کسی حد تک صحیح ہے۔ فیڈریشن اور چیمبر کی سطح پر ہم نے کبھی آلودگی پھیلانے والوں کا دفاع نہیں کیا اور مستقبل میں بھی ایسا نہیں کریں گے۔ صنعتکاروں کے کردار کا جائزہ لینے سے پہلے دیکھتے ہیں کہ دوسرے کیا کر رہے ہیں۔

ملک کی دیگر مزاحیہ تقریبات کی طرح کے ایم سی نے بھی کچھ عرصہ قبل ہفتہ صفائی منایا۔ اگر آپ آج بھی شہر کے کسی بھی صاف علاقے میں گہرا سانس لیں تو آپ کو کوڑا جلنے کی بو آئے گی۔ اسپتالوں اور قبرستانوں کے ریکارڈ سے آپ کو پتہ چلے گا کہ شہریوں نے اس احمقانہ ہفتے کی کیا قیمت ادا کی؟ اگر بنانے والے ہی توڑنے والے ہوں تو نظام نہیں چل سکتا۔ وہ ادارے جو ماحول کو صاف رکھنے کے ذمہ دار ہیں، وہی اسے تباہ کرنے میں مصروف ہیں۔ ہر روز سیکڑوں کچرے کے ٹرک انڈسٹریل ایریا میں داخل ہوتے ہیں، بلال کالونی کے قریب کچرا پھینکتے ہیں اور اسے آگ لگا دیتے ہیں اور علاقے میں انتہائی خطرناک دھواں پھیل جاتا ہے۔ کورنگی کی آبادی کے قلب میں اسفالٹ پلانٹ لگایا گیا اور ہمارے احتجاج کو نظرانداز کر دیا گیا۔ کیا منصوبہ بندی ان کے لئے کوئی مطلب نہیں رکھتی؟ کے ایم سی اور کے ڈی اے اور ان کے بنائے ہوئے منصوبوں کا مقصد ماحول کی حفاظت ہونا چاہئے نہ کہ انہیں تباہ کرنا۔

صنعتیں ضرر رساں گیسیں، زہریلے گندآب اور ٹھوس فضلات خارج کرتی ہیں۔ اگر صنعت چلانی ہے تو یہ ناگزیر ہے۔ ہم صنعت کاروں کی حیثیت سے صنعتی آلودگی کی مذمت کرتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ صنعتوں کو بند نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ملک کے لوگوں کو روزگار فراہم کرتی ہیں۔ ملکی ضروریات پورا کرنے کے لئے اشیا پیدا کرتی ہیں اور زرمبادلہ بھی کماتی ہیں جس سے دیگر ضروریات پوری ہوتی ہیں تو پھر حل کیا ہے؟ یہ منصوبہ سازوں کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ہوتا ہے۔ صنعتوں کو چلنے دیں لیکن ان کے اخراج اور نکاس کو کنٹرول کریں، کیڑے مار ادویات زہریلی ہوتی ہیں لیکن انہیں استعمال کنندگان کو نقصان پہنچائے بغیر غذائی فصلوں پر چھڑکا جا سکتا ہے کیونکہ انہیں صحیح طریقے سے صحیح وقت پر اور صحیح مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر

(مصنف سھسونین انسٹی ٹیوشن کے سیکریٹری کے مشیر ہیں نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والا مضمون انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبون نے ۳۱ مئی ۱۹۹۵ء کو دوبارہ شائع کیا تھا)

نامیاتی دولت آپ کی منتظر ہے

ٹامس ای لوجوائے

گزشتہ گرمیوں میں اسپنسک میں بڑی مقدار میں تیل بہہ نکلا تھا۔ یہ علاقہ ماسکو کے شمال مشرق میں ایک ہزار میل کے فاصلے پر واقع ہے اور آج کل یہاں تیل ابل رہا ہے۔ سردیوں میں یہ تیل جما رہا لیکن موسم بہار میں تیل کے چھوٹے چھوٹے دریا بہہ نکلے۔ اس صورت حال کے مقابلے میں ایکسون والڈیز کی آفت ہیچ نظر آتی ہے۔

اتنی بڑی مقدار میں تیل کا بہہ نکلنا ایک گھمبیر مسئلہ ہے اور اس کا حل خورد حیاتی دنیا کے بکٹیریا اور دیگر چھوٹے چھوٹے نامیاتی اجسام میں ڈھونڈنا ہوگا۔ یہ ان اقتصادی اور ماحولیاتی فوائد کی محض ایک مثال ہوگی جو جان دار اشیاء کے بارے میں ہماری سمجھ بوجھ میں اضافے کے نتیجے میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ خواہ وہ جان دار اشیاء سالماتی سطح پر ہی کیوں نہ پائی جاتی ہوں۔

آج کل دنیا بھر میں خرد نامیاتی اجسام کو ان کی غذا کو جزو بدن بنانے کے عجیب و غریب نظام اور بھوک کی وجہ سے غلاظت کو صاف کرنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے کچھ ہائیڈرو کاربن چباتے ہیں جیسے شمالی روس میں بہہ جانے والا تیل' کچھ بھاری دھاتوں کو ہٹاتے ہیں جیسے پوٹومیک دریا کی گاد سے' کچھ کلورو فلورو کاربن کو توڑتے ہیں جو اوزون کی تہہ کو تباہ کر رہا ہے۔ سائنس' طب' ماحول اور صنعتی عمل کے لئے حیاتیاتی تنوع کے فوائد بے حساب ہیں لیکن امریکی کانگریس میں پیش کی جانے والی تجویز جو سائنسی تحقیق کو کمزور کر دے گی اور تحفظ کو نقصان پہنچائے گی' نے اس امکان کو دھندلا دیا ہے۔

بائیو ٹیکنالوجی کے شعبے میں امریکہ دنیا کی ساری اقوام سے آگے ہے۔ لیکن بجٹ میں کٹوتی اس ترقی کو روک دے گی اور یہ ایک تشویش ناک بات ہے۔ بائیو ٹیکنالوجی کو جانوروں کی مختلف نسلوں کے خاتمے کی بنا پر بھی خطرہ لاحق ہے خواہ وہ ٹراپیکل بارانی جنگلات میں ہو یا کہیں اور' وہ قانون ساز جو ماحولیاتی تحفظات کو کمزور کر سکتے ہوں' وہ ایسا کرتے ہوئے اس عمل کی اقتصادی خرابی کے بارے میں کہاں سوچیں گے۔

حیاتیاتی عمل کو استعمال کرتے ہوئے حیاتی اصلاح اپنے اندر روشن امکانات لئے ہوئے ہے۔ آلودگی کی روک تھام اس کو صاف کرنے کے مقابلے میں کہیں ارزاں ہے۔ خرد اجسام کو فیکٹری میں لگانے سے آلودگی کو اس کے ماخذ پر ہی روکا جا سکتا ہے۔ ایک صنعت کے فضلات کو دوسری صنعت کے لئے خام مال کے طور پر استعمال کرنے سے یہی عمل ایک زیادہ صاف ستھرا صنعتی منظر تخلیق کرنے میں مددگار ہو سکتا ہے۔

دنیا میں دوسری جگہوں پر بھی اب حیاتی صنعت پر توجہ دی جا رہی ہے۔ ڈیوپونٹ میں بھی اب حیاتی صنعت کا ڈویژن ہے۔ جاپان سمندر کی تہہ میں حراری شگافوں کے اردگرد رہنے والے نامیاتی اجسام سے حرارت کی مزاحمت کرنے والے کیمیاوی خمیر حاصل کرنے کے لئے ۲۵ ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کر رہا ہے۔

صحت کے شعبے میں پولیمری سلسلے کے رد عمل کی غیر معمولی طور پر بڑا کر کے دکھانے کی طاقت جو ۱۹۹۳ء کے نوبل انعام کی بنیاد تھی' آج تشخیصی دوائی کا بنیادی جزو ہے۔ جینیاتی مواد کے ایک چھوٹے سے نمونے کو اربوں گنا بڑھانے سے فوری طور پر تشخیص کرنا ممکن ہو گیا ہے جبکہ پرانے زمانے میں ڈاکٹروں کو گھروں پہ جا کے مریضوں کو دیکھنا پڑتا تھا اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب لیبارٹری ٹیکنیشنز کو مرض پیدا کرنے والے جراثیموں کی نشوونما کرنی پڑتی تھی تاکہ وائرس کی شناخت کے لئے خاطر خواہ مقدار میں مواد حاصل ہو

> روایتی طور پر قوموں کی دولت کا انحصار طبعی' انسانی اور قدرتی وسائل پر ہوتا ہے' اب اس کا انحصار بڑی حد تک حیاتیاتی وسائل پر ہوگا

سکے۔ زرد پتھر کے گرم چشمے میں پائے جانے والے بکٹیریا سے جسے تھرمس ایکویٹکس کہتے ہیں' سے ایک ایسا کیمیاوی خمیر یا انزائم حاصل ہوتا ہے جس کے پولیمری سلسلے کے رد عمل کی بناء پر گلے کی ایک خاص بیماری کی فوری تشخیص ممکن ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ انسانی لونی پرا جینک جو ہماری ساری (Genetic) جینیاتی ساخت کی وضاحت کرے گا اور صحت کے لئے انتہائی مفید ہوگا' اس کا انحصار بھی اسی رد عمل اور اسی سالمے پر ہے۔ سالماتی حیاتیات اور حیاتی ٹیکنالوجی کے سارے فوائد فطرت میں موجود سالموں سے حاصل ہوتے ہیں۔ سائنس نئی جینز نہیں بناتی بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی انہیں از سر نو ترتیب دیتی ہے۔

لیکن آج ہم خرد اجسام کے ذریعے نئی رکاوٹوں کو عبور کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر انسولین پیدا کرنے کے لئے۔ اس ساری ترقی نے فطرت میں ادویات کی روایتی تلاش کو نفاست عطا کی ہے' حیاتی کیمیاوی کامیابیوں کے امکانات میں اضافہ ہوا ہے اور فطرت میں طبی طور پر مفید سالموں کی تلاش کی کمپیوٹر کے تیار کردہ سالموں کے ساتھ مسابقت میں اضافہ ہوا ہے۔

مزید یہ کہ اربوں سال کے تجربے کی مالک فطرت کے اندر جو امکانات پوشیدہ ہیں ان کا ادراک کوئی سائنس دان کر سکتا ہے نہ ہی کوئی کمپیوٹر۔

مزید تر یہ کہ اب نینو ٹیکنالوجی نمودار ہو چکی ہے جو مختصر کاری میں حرف آخر ہے۔ اس ٹیکنالوجی کا انحصار ایک سالمے کے پیمانے پر ہے اور اس کا انحصار فطری طور پر کام کرنے والے ان بے شمار سالموں پر ہے جو جان دار چیزوں کو کام کے قابل بناتے ہیں۔ (DNA) ڈی این اے جو معلومات کو جمع کرنے اور منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے' اس پر بھی آج کل تجربے کئے جا رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہم ایک ایسے دور کی سرحد پر کھڑے ہیں جس میں دولت فطرت سے سالموں کی سطح پر حاصل ہوگی۔ روایتی طور پر قوموں کی دولت کا انحصار طبعی' انسانی اور قدرتی وسائل پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا انحصار بڑی حد تک حیاتیاتی وسائل پر ہوگا۔ یہ جاننا کہ فطرت سے حاصل کردہ سالمے کیا کر سکتے ہیں یہ جاننے کے مترادف ہے کہ ایک کمپیوٹر چپ (CHIP) کی قدر و قیمت اس میں پوشیدہ ہے کہ وہ کیا کر سکتا ہے نہ کہ محض اس کے سلیکون جزو میں معدوم ہو جانے کے خطرے سے دوچار جانوروں کے تحفظ کے لئے بنائے جانے والے قانون اور حیاتی تنوع کے معاہدے پر بحث اور لڑائی ہو سکتی ہے لیکن اس کے برخلاف امریکہ اور دنیا بھر کے کاروباری طبقے حیاتیاتی وسائل کی موجودہ اہمیت اور آئندہ امکانات کا واضح طور پر ادراک رکھتے ہیں۔

غیر سرکاری تنظیموں کا تعارف

ایڈرا پاکستان

ایک بین الاقوامی نیٹ ورک کا حصہ ہے

ایڈرا (ایڈونٹسٹ ڈیولپمنٹ اینڈ ریلیف ایجنسی) ایک ایسی تنظیم ہے جس کا بنیادی مقصد لوگوں کی دیکھ بھال ہے۔ ایڈرا لوگوں کے لسانی پس منظر، سیاسی وابستگیوں، نسل، مذہب یا دوسرے امتیازی عوامل سے قطع نظران کی مدد کرتی ہے۔ ایڈرا پاکستان ایک ملک گیر تنظیم ہے جو چاروں صوبوں کے علاوہ آزاد کشمیر کے عوام کی بھی خدمت کرتی ہے۔ ایڈرا سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ چرچ کا تخلیقی کارنامہ ہے جو ۱۹۴۷ء سے پاکستان میں کام کر رہا ہے اور طبی دیکھ بھال، کمیونٹی ڈیولپمنٹ، تعلیم اور آفات میں مدد کے پروگراموں کے شعبوں میں قوم کی خدمت کر رہا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں چرچ نے طبی اور تعلیمی ترقی کے لئے ایک تنظیم کے قیام کی ضرورت محسوس کی چنانچہ ایڈرا کا قیام عمل میں آیا۔ ایڈرا صحت، تعلیم، حفظان صحت اور معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لئے مہیا وسائل کے زیادہ سے زیادہ حصہ کو مختص کرانے کی کوشش کرتی ہے۔ ایڈرا انسانی زندگی کو ہر شکل میں قیمتی سمجھتی ہے اور اس کی اہمیت تسلیم کرانا چاہتی ہے۔ ایڈرا ایک بین الاقوامی نیٹ ورک کا حصہ ہے اور دنیا بھر کی ساتھی تنظیموں سے مستفید ہوتی ہے۔ ضرورت پڑنے پر بین الاقوامی ماہرین کو بھی مقامی کارروائیوں میں حصہ لینے کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔ ایڈرا پاکستان کے ڈائریکٹر رنعت کمال ہیں۔ تنظیم کا مرکزی دفتر لاہور میں اور علاقائی دفاتر فاروق آباد (ضلع شیخوپورہ) اور کراچی ایڈونٹسٹ ہاسپٹل میں واقع ہیں۔

ایڈرا پاکستان پہلی اور درحقیقت واحد غیر ملکی تنظیم ہے جسے کشمیر میں کام کرنے کی اجازت دی گئی۔ سندھ میں ایڈرا پاکستان کراچی ایڈونٹسٹ ہاسپٹل سے وابستہ تنظیم کے طور پر کام کرتی ہے۔ یونیسف اور دیگر مقامی تنظیموں جیسے سندھ گریجویٹس ایسوسی ایشن کے ساتھ مل جل کر کام کرتے ہوئے ایڈرا ایسے علاقے تلاش کرتی ہے جہاں اس کی خدمات کی سب سے زیادہ ضرورت ہو اور فوری طور پر وہاں اپنی ٹیم بھیجتی ہے۔

ایڈرا اس وقت سندھ کے بارہ اضلاع میں تعلیم بالغاں کے پچیس مراکز چلا رہی ہے۔ آج کل وہ کوٹری اور ٹھٹھہ میں ایک پرائمری اسکول بھی بنوا رہی ہے۔ امسال سندھ کے چار اضلاع میں ایڈرا نے کمیونٹی ہیلتھ ورکرز کو تربیت دی۔ مجموعی طور پر پانچ سو مردوں اور عورتوں کو حفظان صحت، بنیادی طبی دیکھ بھال، بنیادی غذائیت اور صفائی کی تعلیم دی گئی۔

آج کل ایڈرا کراچی ایڈونٹسٹ ہسپتال اور یونیسف کے ساتھ مل کر کراچی ڈسٹرکٹ ایسٹ اور سکندر آباد میں ۳۰۰ گہرے پانی کے ہینڈ پمپ لگانے کے پراجیکٹ پر کام کر رہی ہے۔ ۷۰ پمپ اور ۲۰۰ بیت الخلا پہلے ہی بنائے جا چکے ہیں۔ ایڈرا کے ہیلتھ ایجوکیٹر اور لیڈی ہیلتھ وزیٹرز مقررہ علاقوں کا باقاعدگی سے دورہ کرتے ہیں۔ ایڈرا کے مشن میں طبی علاج کر کے مستحق غریب افراد کی مدد کرنا بھی شامل ہے۔ یہ ایک مشکل فریضہ ہے لیکن ایڈرا کے کمیونٹی ڈیولپمنٹ آفیسر اقبال یوسف گل کے بقول "ایڈرا ایک بظاہر کبھی ختم نہ ہونے والے مشن میں مصروف ہے لیکن ہماری کوششوں کا خاطر خواہ صلہ مل رہا ہے۔"

☐☐☐

میرے حقوق کیا ہیں

میں اڑ نہیں سکتا کیونکہ ہوا بے حد آلودہ ہے۔
میں تیر نہیں سکتا کیونکہ پانی بے حد آلودہ ہے۔
میں کیا کر سکتا ہوں؟ میرا کوئی مستقبل ہے؟

گارڈن ایسٹ میں

تعمیراتی ضابطوں کی خلاف ورزیاں

کاروباری دکانوں اور غیر رہائشی سرگرمیوں کی بناء پر ایک تا چار خاندانوں کے لئے مخصوص پلاٹوں پر اب چالیس تا ساٹھ خاندان رہ رہے ہیں

رولینڈ ڈی سوزا

پاکستان میں بڑھتی ہوئی آبادی اور مادیت پرستی کی وجہ سے زمین کے غیر قانونی اور بلا اجازت استعمال میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہم خدا کی زمین کے مالک نہیں بن سکتے بلکہ صرف اس کے محافظ بن سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملک بھر میں محض مٹھی بھر افراد کی ہوس ماحولیاتی انحطاط کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہے۔ شہری سہولتوں والے عوامی پلاٹوں کو کاروباری اور نجی مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تعمیراتی ضابطوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کی جا رہی ہیں اور جس ماحول میں ہم رہتے اور کام کرتے ہیں' اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ اس کی ایک مثال گارڈن ایسٹ کا علاقہ ہے۔

پس منظر

گارڈن ایسٹ کوارٹرز اس صدی کے اوائل میں بنے تھے اور چند لاکھ کی آبادی پر مشتمل چھوٹے سے کراچی شہر کے مختلف مذاہب اور برادریوں سے تعلق رکھنے والے لوگ یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ ۸۰۰ تا ۲۰۰۰ مربع گز کے پلاٹوں پر ایک منزلہ یا دو منزلہ بنگلے بنائے گئے اور ۱۹۴۷ء تک یہ ایک پرسکون رہائشی علاقہ تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد مختلف لوگوں کی آمد کے ساتھ تبدیلیاں آنا شروع ہوئیں لیکن اصل تبدیلی ستر کے عشرے میں بلڈر اور ڈیولپر کی آمد کے ساتھ آئی۔ گارڈن ایسٹ کے علاقے میں لیز کی شرائط اور ضمنی تعمیراتی قوانین کے تحت :

- ○ نچلی منزل اور اس کے اوپر صرف ایک اور منزل تعمیر کی جا سکتی ہے۔
- ○ پلاٹ کے صرف ایک تہائی حصے سے زیادہ کور نہیں کی جا سکتی۔
- ○ مکانات کے اردگرد دس تا پندرہ فٹ کھلی جگہ چھوڑنا لازمی ہے۔ ان شرائط کی بنا پر بلڈرز کو خاطر خواہ منافع حاصل نہیں ہو سکتا تھا اس لئے ان کی خلاف ورزی شروع ہو گئی۔

سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے تحت کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی پر ہر طرح کی تعمیراتی سرگرمیوں کی نگرانی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے بشمول مندرجہ ذیل کے :

- ○ زیر تعمیر عمارتوں کا معائنہ اور نگرانی۔
- ○ پلاٹوں اور عمارتوں کا غلط استعمال
- ○ ناجائز تعمیرات کا معائنہ اور انہیں روکنا
- ○ ناجائز تعمیرات کا انہدام
- ○ قانونی مقدمات دائر کرنا۔

گارڈن ایسٹ میں قانونی ضابطوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلڈرز اور ڈیولپرز نے چار پانچ منزلہ مکانات بنانے شروع کر دیئے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جرات اور ہوس بڑھتی گئی اور انہوں نے سات آٹھ منزلہ عمارتیں بنانا شروع کر دیں اور لازمی طور پر خالی چھوڑی جانے والی جگہ سرے سے غائب ہو گئی۔ کاروباری دکانوں اور غیر رہائشی سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا اور ایک تا چار خاندانوں کے لئے مخصوص پلاٹوں پر اب چالیس تا ساٹھ خاندان رہ رہے ہیں۔ زیریں ڈھانچے کی سہولتوں پر بڑھتے ہوئے دباؤ کی وجہ سے مکینوں کا معیار زندگی تنزل پذیر ہے۔

- ○ کے ای ایس سی کے بجلی کی ترسیل کے ن پر بہت زیادہ بوجھ پڑ گیا ہے جس کے نتیجے میں تین تا سات دن کا بریک ڈاؤن ہوتا رہتا ہے۔
- ○ کچرا اٹھانے کا انتظام ناقص ہے اور جگہ جگہ کوڑے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔
- ○ پانی کی فراہمی قطعی ناکافی ہے' اکثر لوگ ناقابل استعمال زیر زمین / کنویں کا پانی استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔
- ○ گٹر ابلتے رہتے ہیں۔
- ○ سڑکوں اور فٹ پاتھوں کی بری حالت ہے وہاں غیر قانونی دکانیں اور گیراج بن چکے ہیں۔
- ○ رہائشی علاقے کو دیدہ دلیری سے کاروباری علاقے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

۱۹۹۳ء میں شہری سی بی ای کے ایک سروے کے نتیجے میں معلوم ہوا تھا کہ یہاں غیر قانونی طور پر تعمیر کی جانے والی عمارتوں کی تعداد ۱۸۰ ہے۔

غیر قانونی عمارتوں کی تعمیر نوراکشتی سے ملتی جلتی ہے۔

- ○ کھیل کا مقصد یہ ہے کہ کسی بھی غیر قانونی عمارت کی تعمیر کو روکا نہ جائے۔
- ○ کھلاڑیوں میں تین گروہ شامل ہیں۔
- ○ بلڈرز ڈیولپرز جنہیں سب سے بڑا انعام ملتا ہے۔
- ○ سرکاری اتھارٹیز جن کی سرغنہ کے بی سی اے ہے جنہیں چھوٹے انعامات ملتے ہیں۔
- ○ عام آدمی جسے یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ وہ اس کھیل میں شامل ہے۔
- ○ کھیل کا دورانیہ ایک تا تین سال ہوتا ہے۔
- ○ کھیل کے قواعد یہ ہیں کہ کے بی سی اے اور دیگر اتھارٹیز کی رہنمائی میں بلڈر ایک ایسا تعمیراتی پلان منظور کرواتا ہے جس میں تمام قانونی ضابطوں کی پابندی کی جاتی ہے اور بنیادیں کھود کر خالی چھوڑی جانے والی جگہ پر بھی تعمیرات شروع کرا دیتا ہے۔ کے بی سی اے ایک شوکاز نوٹس جاری کرتی ہے اور دکھاوے کے لئے کوئی تعمیر شدہ حصہ منہدم بھی کر دیا جاتا ہے جسے بلڈر فورا" ہی دوبارہ تعمیر کر لیتا ہے۔ پھر بلڈر لوئر کورٹس میں مقدمہ دائر کر دیتا ہے اور حکم امتناعی حاصل کر لیتا ہے اور اس کے بعد مزے سے غیر قانونی تعمیرات جاری رکھتا ہے اور کے بی سی اے توہین عدالت کا آرڈر بھی پاس نہیں کروا سکتی کیونکہ بلڈر ناقابل شناخت ہوتا ہے۔ کے بی سی اے اس لئے بھی بے بس ہو جاتی ہے کہ اس پر سیاسی اور بیوروکریٹک شخصیتوں کا دباؤ ہوتا ہے۔ وہ جمشید کوارٹرز کے ایس ڈی ایم / اے سی اور سولجر بازار کے ایس ایچ او سے خطوں کے ذریعے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حکم امتناعی پر عملدرآمد کرائیں اور کام رکوائیں لیکن کوئی کچھ نہیں کرتا۔ ایس ڈی ایم / ڈی سی ایسٹ کے پاس ایک کریمنل کیس رجسٹرڈ کرا دیا جاتا ہے لیکن تعمیراتی کام مزے سے

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر

شہری کی کے ایم سی کے ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات

شہری سی بی ای نے کے ایم سی کے ہیڈ آفس میں ۱۷ اپریل ۱۹۹۵ء کو ایڈمنسٹریٹر فہیم الزماں سے ملاقات کی۔ اس موقع پر شہری سی بی ای کی مینجنگ کمیٹی کے ارکان قاضی فائز عیسیٰ' امبر علی بھائی' خطیب احمد' دانش آذر زوبی' فرحان انور' رولینڈ ڈی سوزا اور وکی ڈی سوزا موجود تھے۔ میٹنگ کے ایجنڈے میں شہری اور کے ایم سی کے درمیان ابلاغ' عمارتیں' پارک' بلند و بالا عمارتیں اور ایک سیمینار پر گفتگو شامل تھی۔

شہری سی بی ای نے ایڈمنسٹریٹر سے درخواست کی کہ عمارتوں اور پارکوں سے متعلق شہری سی بی ای اور کے ایم سی کے درمیان رابطے اور کام کی نگرانی کے لئے ایک افسر کا تقرر کیا جائے۔ فہیم الزماں نے اپنے ٹیکنیکل ایڈوائزر نعمان احمد کو افسر رابطہ مقرر کیا ہے۔ شہری نے مطالبہ کیا کہ کے بی سی اے کی کارکردگی کی چھان بین کی جائے اور اس کی نگرانی اور اس کے بارے میں شکایات کی چھان بین کے لئے شہریوں' این جی اوز اور پروفیشنلز پر مشتمل کمیٹیاں قائم کی جائیں۔ صوابدیدی اختیارات ختم کئے جائیں کیونکہ ان کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ شہری سی بی ای اور ایڈمنسٹریٹر کے ایم سی نے ایک کمیٹی نامزد کی ہے جو نعیم الرحمٰن' قاضی فائز عیسیٰ اور مخدوم علی خان پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس کے قواعد و ضوابط کا جائزہ لیں گے اور تبدیلیوں کے لئے تجاویز پیش کریں گے۔

شہری نے درخواست کی کہ سارے پارکوں کی فہرست مرتب کی جائے اور انہیں کراچی گرینو سوسائٹی' فلورل سوسائٹی اور ہارٹی کلچر سوسائٹی کے اشتراک سے ترقی دی جائے۔ شہری سی بی ای نے پارکوں اور تفریحی سہولتوں کی ترقی کے لئے ماہرانہ خدمات اور تکنیکی اعانت فراہم کرنے کی پیشکش بھی کی۔ اس کے لئے حنیف ناصر ڈائریکٹر جنرل پارکس کے ایم سی تعاون کریں گے۔ طے یہ پایا ہے کہ کے ایم سی جھیل پارک کی ترقی کے لئے اسے شہری سی بی ای کی تحویل میں دے دے گی۔ فہیم الزماں نے شہری سی بی ای کو "بلند و بالا عمارات کی تعمیر کے امکانات اور مسائل" کے بارے میں ہونے والے سیمینار میں شرکت کے لئے کہا جو مئی' جون ۱۹۹۵ء میں منعقد ہوا۔ شہری نے اس موضوع پر مقالہ بھی پڑھا۔ ☐☐☐

کھیتوں میں کیڑے مار ادویات کے فضلے کو ٹھکانے لگانا

سید غضنفر علی

کھیتوں میں کیڑے مار ادویات کے فضلات کو محفوظ طریقے سے اس طرح ٹھکانے لگانا کہ اس سے ماحول اور انسانوں کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو انتہائی اہم ہے۔

☆ فضلے کو فوری طور پر ٹھکانے لگا دیں۔ بعد میں ہٹانے کے خیال سے اس کے ڈھیر نہ لگائیں۔

☆ فضلے کو ٹھکانے لگانے کی ہدایت کے لئے پروڈکٹ کا لیبل پڑھیں۔

☆ اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہٹائے جانے والا فضلہ غذا یا پانی کی فراہمی کو آلودہ نہ کرے اور پودوں' جنگلی حیات اور انسانوں کے لئے ضرر رساں ثابت نہ ہو۔

☆ کیڑے مار ادویہ کو ہرگز ادھر ادھر نہ پھینکیں۔

کیڑے مار فضلات کی اقسام

☆ کیڑے مار ادویات کے ڈبوں اور پیکجنگ میٹریل کو کبھی بھی پانی' خوراک یا مویشیوں کا چارہ رکھنے کے لئے استعمال نہ کریں۔

☆ دوبارہ استعمال اور آلودگی سے بچنے کے لئے پلاسٹک کی تھیلیوں اور گتے کے ڈبوں کو کاٹ کر یا پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ شیشے کی بوتلوں کو بوری میں ڈال کے چورا چورا کر دیں اور دھات کے ڈبوں اور ڈرموں میں سوراخ کر دیں۔ ایروسول ڈبوں کو زمین میں دفن کرنے سے پہلے پنکچر نہ کریں۔

☆ کیڑے مار ادویات کے ڈبوں کو پھینکنے سے پہلے خالی کر لیں۔ انہیں تین مرتبہ اچھی طرح پانی سے دھوئیں اور پانی کو اسپرے ٹینک میں ڈال دیں۔

☆ دھونے کے بعد ڈبوں میں سوراخ کر دیں تاکہ انہیں دوبارہ استعمال نہ کیا جا سکے۔

☆ کیڑے مار ادویات کی پیکنگ کے لئے استعمال ہونے والا ایسا مواد جسے جلایا جا سکے مثلاً کاغذ' گتہ اور پلاسٹک کو ٹھکانے لگانے کا ماحولیاتی طور پر محفوظ طریقہ ایک لائسنس یافتہ جلانے کی بھٹی ہے۔

آلودہ کپڑے / مواد

☆ ہلکے آلودہ کپڑوں کو علیحدہ ڈیٹرجنٹ سے دھوئیں اور کئی مرتبہ کھنگالیں۔

☆ انتہائی آلودہ اشیاء کو صاف نہیں کیا جا سکتا مثلاً چمڑے کے بوٹ اور دستانے' روئی کی گدیاں وغیرہ جنہیں گرنے والی ادویات کو صاف کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ انہیں جلا دینا یا دفن کرنا ضروری ہے۔

غیر استعمال شدہ اشیاء

اگر غیر استعمال شدہ اشیاء اچھی حالت میں ہیں تو انہیں بعد میں استعمال کرنے کے لئے رکھ لیجئے یا اپنے پڑوسی کسان کو دے دیجئے جو اسے استعمال کر سکے۔

☆ اگر اس کا کوئی استعمال نہیں ہے یا پراڈکٹ خراب ہو گئی ہے تو سپلائر سے کہیں کہ اسے واپس لے کر ٹھکانے لگا دے۔

☆ اگر کوئی اور چارہ کار نہیں ہے تو کم مقدار والی اشیاء کو دفن کر دیں یاد رکھیں بڑی مقدار کو ٹھکانے لگانے کا خصوصی طریقہ ہوتا ہے۔

حفاظتی تدابیر اور حفظان صحت

☆ ہمیشہ لیبل پر لکھی ہوئی یا مینوفیکچررز یا سپلائرز کے لٹریچر میں درج شدہ حفاظتی تدابیر پر عمل کیجئے۔

☆ ہمیشہ تجویز کردہ حفاظتی کپڑے اور آلات استعمال کیجئے۔

☆ جسم کے آلودہ حصوں کو فوراً" دھولیں۔ بہتر ہو گا صابن استعمال کریں۔

☆ سانس کے ذریعے یا نگلنے سے زہریلی اشیاء سے آلودگی کی صورت میں ابتدائی طبی امداد دیں' ڈبے پر لکھی ہوئی ہدایات پڑھیں اور ڈاکٹر کو دکھائیں۔

☐☐☐☐

کراچی کے ساحل پر بحری آلودگی

ڈاکٹر اقبال علی

پاکستان کی ساحلی پٹی تقریباً" ۹۹۰ کلومیٹر لمبی ہے اور اس میں خصوصی اقتصادی علاقے کا رقبہ ۲۴۰۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے۔ ساحلی پانی اور ملحقہ شیلف سسٹم پیداواری ہونے کے ساتھ ساتھ غیر محفوظ بھی ہے۔ ۳۰ لاکھ لوگ اپنے روزگار کے لئے براہ راست سمندر پر انحصار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثریت کا تعلق کراچی کے ساحل سے ہے۔

کراچی کا ساحل ۳۰ کلومیٹر اور سندھ ڈیلٹا ۸۵ کلومیٹر لمبا ہے اور یہ انسانی سرگرمی سے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ سندھ ڈیلٹا کی آلودگی زرعی نوعیت کی ہے جب کہ کراچی کا ساحلی پانی صنعتی، بلدیاتی اور تیل کے فضلات سے بے حد آلودہ ہو چکا ہے۔ ایک کروڑ کی آبادی کے بلدیاتی فضلاتی پانی کی مقدار ایک اندازے کے مطابق ۱۱ ایم جی ڈی ہے جب کہ ۱۸ ایم جی ڈی صنعتی علاقوں سے خارج ہوتا ہے جہاں ملک بھر کی ساٹھ فیصد صنعتیں موجود ہیں۔ فاضل صنعتی پانی جسے عام طور پر بے ضرر بنانے کے لئے کوئی کیمیاوی عمل نہیں کیا گیا ہوتا کراچی کے ساحلی پانیوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ فاضل صنعتی پانی ٹیکسٹائل، ٹینریز، فارماسیوٹیکل، پلاسٹک، ربر، میٹل، الیکٹروپلیٹنگ، گلاس، سرامکس، صابن اور ڈیٹرجنٹ پینٹس، کیڑے مار ادویات اور مچھلی اور کھانے کی اشیاء کی صنعتوں سے آتا ہے۔ یہ صنعتی فضلاتی پانی بلدیہ کے نکاسی آب کے نظام سے گزرتا ہے جہاں اس میں گنداب مل جاتا ہے اور پھر لیاری اور ملیر کے دریاؤں کے ذریعے منوڑہ اور گزری سے ہوتا ہوا بندرگاہ میں یا اس کے قریب جا کے گرتا ہے۔ منوڑہ کے نالے کو آلودہ کرنے والا ایک اور عنصر دو ہزار ٹن تیل کا سالانہ فضلہ ہے جو دو آئل ریفائنریوں اور تیل کے ٹینکروں کو دھونے سے بنتا ہے۔ لیاری کا دریا ۴۰ ایم جی ڈی بلدیاتی اور صنعتی فضلاتی پانی لے کر آتا ہے جس کا نامیاتی وزن دو ہزار ٹن یومیہ ہوتا ہے۔ اس میں سے ۴۰ ایم جی ڈی ٹن یعنی ۶۰ فیصد صنعتوں سے آتا ہے۔

دریائے ملیر گذری کریک میں ۴۲ ایم جی ڈی ۱۵۰۰ ٹن بی او ڈی/یومیہ خارج کرتا ہے جس میں صنعتوں کا حصہ ۱۰۰۰ ٹن یومیہ یعنی ۴۶ فیصد ہوتا ہے۔ باقی حصہ بلدیاتی فضلاتی پانی کا ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں تحلیل شدہ آکسیجن جس پر آبی حیات کا دارومدار ہے تشویشناک حد تک کم ہوتی جا رہی ہے اور اس کا نتیجہ جزوی یا مکمل نقصان کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ پانی کی گہری تہوں میں حل شدہ آکسیجن کی سطح ۱.۵ ملی گرام/لٹر جب کہ اس کی نارمل مقدار ۴ ملی لیٹر/لیٹر ہوتی ہے اور بالائی سطحوں پر یہ ۴ ملی لیٹر/لیٹر سے بھی کم ہے جب کہ نارمل مقدار ۶ ملی لیٹر/لیٹر ہوتی ہے۔ فاضل پانی کو غیر ضرر رساں بنانے کے لئے کیمیاوی عمل نہ کرنے کے باعث کرومیم، سیسہ، تانبا، جست وغیرہ جیسی زہریلی دھاتوں کی خطرناک مقدار بھی اس میں شامل ہوتی رہتی ہے اس لئے ساحلی پانیوں کے پاس رہنے والی آبی مخلوص یعنی مچھلیاں وغیرہ آلودہ ہو جاتی ہیں اور ان کے ذریعے یہ زہریلے مادے انسانی خون میں شامل ہو جاتے ہیں۔

چونکہ فاضل پانی پر کوئی کیمیاوی عمل نہیں کیا جاتا اس لئے فضلاتی جراثیمی گنتی

صنعتی اور بلدیاتی سیال اخراج کے اثرات بندرگاہ اور ملحقہ ساحلی پٹی پر واضح طور پر دیکھے اور محسوس کئے جا سکتے ہیں

(جو حیاتیاتی آلودگی کو ظاہر کرتا ہے) خاص طور پر ملیر کے پانی میں بہت زیادہ ہے۔ یعنی 9180/100 ml. ایم پی این یہاں تک کہ ملیر کے دریا سے دور ساحلوں پر بھی فضلاتی جراثیمی حساب 4 x 10 / 100 ml. پایا گیا ہے۔

ماحول پر بحری آلودگی کے اثرات

بکٹیریا، زہریلی دھات اور نامیاتی اجزا والے صنعتی اور بلدیاتی فضلاتی پانی کو بے ضرر بنانے کے لئے کوئی کیمیاوی عمل نہ کرنے کے اثرات بندرگاہ اور ملحقہ ساحلی پٹی پر واضح طور پر دیکھے اور محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں۔

انسانی صحت پر اثر

انسانی صحت غذائی سلسلے کے ذریعے متاثر ہوتی ہے مثال کے طور پر سمندری خوراک اور آبی جانور کھانے سے جو اپنے اندر جست، سیسہ، لوہا اور تانبے وغیرہ جیسے زہریلے مادے جذب کر چکے ہوتے ہیں۔ انسانی خون میں ان مادوں کا زیادہ مقدار میں شامل ہو جانا اعصابی نظام کے لئے خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ دماغ کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور کینسر ہو سکتا ہے۔ کچھ آبی جانوروں مثلاً گھونگا مچھلی، کستورا مچھلی اور جھینگوں میں مرض آور جراثیموں اور زہریلے مادوں کو اپنی بافتوں میں جذب کرنے اور انہیں ارد گرد کے پانی کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ برقرار رکھنے کی خاصیت ہوتی ہے۔

۲۔ زنگ کھانے یا گل جانے کے عمل میں اضافہ

سمندر کے پانی میں زنگ کھانے یا گل جانے کی شرح عام نمکین محلول یا کیمیاوی عمل سے تیار کئے جانے والے سمندری پانی کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے حصوں میں جہاں آلودگی زیادہ ہے وہاں زنگ لگنے کے عمل کی شرح اور بھی زیادہ ہے۔ کراچی کی بندرگاہ پر لنگر انداز پاکستانی بحریہ کے

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر

میڈیا اور بیرونی روابط

انچارج : حسن جعفری اور حمیرا رحمٰن

"سندھی پریس میں ماحولیاتی جرنلزم" کے بارے میں ایک سیمینار ۲۱ ستمبر ۱۹۹۵ء کو میریٹ ہوٹل کراچی میں منعقد کیا گیا۔ اس میں پریس، این جی اوز اور حکومت کے ۴۵ نمائندوں نے شرکت کی۔ روزنامہ برسات کے ایڈیٹر بدر ابڑو نے ماحولیاتی مسائل کے خصوصی حوالے کے ساتھ سندھی پریس کے ارتقا کے بارے میں اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ دیگر مقررین میں ڈاکٹر سلیمان شیخ چیف ایگزیکٹو ایس پی او، مہتاب اکبر راشدی، ڈائریکٹر جنرل ای پی اے سندھ اور منیبہ حسین، ڈائریکٹر کمیو لیکیشنز یونٹ، آئی یو سی این کراچی شامل تھے۔ ان مقالوں کے نتیجے میں پرجوش بحث و مباحثہ ہوا۔ ڈاکٹر سلمان شیخ نے شرکاء کو بتایا کہ وہ اس وقت خود اسلام آباد میں موجود تھے جب صدر فاروق لغاری نے اعلان کیا تھا کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر جلد شروع ہو جائے گی۔ یہ بات صدمے اور حیرت کا باعث تھی کیونکہ حکومت اور سندھ کے عوام دونوں اس بات کے خلاف رہے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے صوبے میں ماحولیاتی انحطاط پیدا ہو گا۔ بیشتر شرکاء نے اس بات کی نشاندہی کی کہ سندھی پریس سرگرمی کے ساتھ ماحولیاتی مسائل کو سامنے لاتا رہا ہے۔

ابڑو صاحب نے منچھر جھیل میں جمع ہونے والی گاد کے بارے میں بھی بتایا جس کی وجہ سے جھیل پر تیرنے والی آبی حیات کے ختم ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے سکھر، گدو اور غلام محمد بیراجوں کی بدولت ہونے والے نقصان کے بارے میں بھی بتایا جس کے پیش نظر کالا باغ ڈیم کی خبر اور بھی زیادہ باعث تشویش ثابت ہوئی۔ شرکاء میں بہت سے صحافی حیدر آباد، سعید آباد، ساحلی علاقوں اور اندرون سندھ سے آئے تھے۔ بعض صحافیوں نے ملیر اور لانڈھی میں غیر قانونی طور پر بجری اور ریت اٹھانے کی وجہ سے ممکنہ تباہی کی نشاندہی کی۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ مقامی ضلعی انتظامیہ اور پولیس کے تعاون سے ہو رہا ہے۔ شہری کی حمیرا رحمٰن اور آئی یو سی این کی منیبہ حسین نے صحافیوں کے ساتھ اس علاقے کا سروے کرنے کی پیشکش کی تاکہ تحقیقات کا آغاز ہو سکے اور ضروری ہو تو قانونی چارہ جوئی کی جا سکے۔ سیمینار کی کارروائی سے یہ بات سامنے آئی کہ سندھی پریس اردو پریس کے مقابلے میں کہیں زیادہ ماحولیاتی جرائم اور مسائل کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اردو پریس کے پاس صوبے بھر میں نمائندے موجود نہیں ہیں دوسرے اردو قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر اخبارات روایتی طور پر سیاست، تبصروں اور سنسنی خیز جرائم پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

اس لئے شہری کے لئے یہ بات مفید ثابت ہو گی کہ وہ سندھی پریس کو مانیٹر کرے اور متعلقہ خبروں کا انگریزی اور اردو میں ترجمہ کر کے ایک باقاعدہ "فیڈر سروس" قائم کرے تاکہ صوبے کی اہم ماحولیاتی خبریں انگریزی اور اردو پریس میں بھی شائع ہو سکیں۔ شاید یوں نچلی اور اعلیٰ سطح کے احکام کو ان مسائل کے بارے میں کارروائی کرنے میں مدد مل سکے۔

اپنے ورثے کی حفاظت

اس بات کا قوی امکان ہے کہ بہت سی نو آبادیاتی طرز کی قدیم عمارتوں کو بلند و بالا کاروباری اور رہائشی عمارتیں بنانے کی خاطر مسمار کر دیا جائے گا۔ شہری کی تحفظ اور ورثے کی ذیلی کمیٹی کراچی کی چند پرانی عمارتوں کی بقا کی جنگ لڑ رہی ہے۔

□□□□□

ماحولیات کے دس فرامین

۱۔ میں تمہارا رب ہوں جس نے زمین اور آسمان تخلیق کئے جان لو کہ تم تخلیق میں میرے ساتھی ہو، اس لئے ہوا، پانی، مٹی پودوں اور جانوروں کی اس طرح دیکھ بھال کرو جیسے یہ تمہارے بہن بھائی ہوں۔

۲۔ جان لو کہ تمہیں زندگی دے کر میں نے تمہیں ذمہ داری آزادی اور محدود وسائل دیئے ہیں۔

۳۔ مستقبل کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ اپنے بچوں کو درازی عمر کا موقع فراہم کر کے ان کی توقیر کرو۔

۴۔ اپنے بچوں کو فطرت سے محبت کرنا سکھاؤ۔

۵۔ یاد رکھو انسان ٹیکنالوجی استعمال کر سکتا ہے لیکن تباہ ہو جانے والی زندگی کو از سر نو تخلیق نہیں کر سکتا۔

۶۔ قریب الوقوع آفات کی روک تھام کے لئے اپنی کمیونٹی میں پریشر گروپ قائم کرو۔

۷۔ وہ سارے اسلحہ جات پھینک دو جو زندگی کی بنیادوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔

۸۔ اپنی زندگی کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کے بارے میں اپنی تربیت کرو۔

۹۔ ہر ہفتے اپنے آرام کے دن میں سے کچھ وقت دنیا کے ساتھ رہنے کے لئے رکھو نہ کہ دنیا کو استعمال کرنے کے لئے۔

۱۰۔ یاد رکھو تم زمین کے مالک نہیں۔ محض اس کے سرپرست ہو۔

(مرسلہ : وکٹوریہ ڈی سوزا)۔

شہری سب کمیٹیوں کی رپورٹیں

پارکس اور تفریح

انچارج : خطیب احمد، برنس مین/ خزانچی، شہری سی بی ای
امبر علی بھائی، جنرل سیکرٹری شہری سی بی ای

ایک درخت کو اپنایئے

یہ مہم اکتوبر ۱۹۹۴ء کو شروع کی گئی تھی۔ اس مہم کو شروع کرنے کا مقصد نوخیز اور جلد تاثر قبول کرنے والے اسکول کے بچوں کو ماحولیاتی بہتری کی جانب راغب کرنا اور درخت لگانے کی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے۔ شہری نے بارہ ہائی اسکولز سے رابطہ قائم کیا جنھوں نے اس مہم میں سرگرمی سے حصہ لیا اور ۳۶۰۰ پودے لگائے۔ شہری نے پودوں کی دیکھ بھال اور پودے اگانے کے بارے میں ہدایات پر مشتمل پمفلٹس بھی تقسیم کئے۔

شہری کا عملہ باقاعدگی سے بعد میں بھی بچوں سے رابطہ قائم رکھتا ہے۔ ستمبر ۱۹۹۵ء سے اس سرگرمی کا آغاز دوسرے اسکولوں میں بھی کیا جا چکا ہے۔ اس پروگرام میں درخت لگانے کے بارے میں تقریریں، ماحولیاتی بہتری کے بارے میں معلوماتی مقابلہ اور پھر ریفرشمنٹ کے بعد سوال جواب کا سلسلہ شامل ہوتا ہے۔

بوٹانیکل گارڈن

شہری برائے بہتر ماحول نے کراچی زولوجیکل گارڈن کو ایک نباتاتی تصور دینے کا بیڑا اٹھایا ہے اور باغ میں لگے ہوئے درختوں میں معلوماتی تختیاں نصب کی ہیں کیونکہ عوامی معلومات اور تعلیم کے لئے یہ بے حد اہم ہے۔ اس اسکیم کے نفاذ کے لئے دو لاکھ چالیس ہزار روپے کے معاوضے پر ایک کوالیفائیڈ ایگزونومسٹ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، جس کے لئے شہری کی فنڈز جمع کرنے والی ذیلی کمیٹی عمران شیخ کی قیادت میں فنڈز جمع کرنے کی کوششیں کر رہی ہے۔ اب تک پینتیس ہزار روپے جمع کئے جا چکے ہیں۔

گورنر سندھ کمال اظفر کے ساتھ میٹنگ میں شہری نے سندھ کے لئے ایک بوٹانیکل گارڈن لگانے کی تجویز پیش کی جو مقامی نباتات اور معدوم ہونے کے خطرے سے دوچار پودوں کو بچانے کے لئے بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ ایسے نباتاتی باغات شہریوں کے لئے تفریح کا ذریعہ بھی ثابت ہوں گے۔

سبز خانہ

شہری نے گورنر ہاؤس میں ۲۵ مئی ۱۹۹۵ء کو ہونے والی میٹنگ میں گورنر سندھ کمال اظفر کے سامنے ایک سبز خانہ کے قیام کی تجویز پیش کی اور کے ایم سی کے ڈائریکٹر جنرل پارکس اینڈ ریکریئیشن حنیف ناصر کے تعاون سے کراچی کو ہرا بھرا بنانے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا۔ اس اسکیم کا مقصد اداروں، کثیرالقومی کمپنیوں اور اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے کہ وہ ہر خالی جگہ پر پودے لگائیں اور درختوں کی دیکھ بھال کا ذمہ لیں۔ ڈائریکٹر جنرل پارکس کے ایم سی نے تجویز پیش کی کہ جن علاقوں میں تناور درختوں کو تعمیراتی مقاصد کے لئے کاٹا یا جڑ سے اکھاڑا جا رہا ہے وہاں درختوں کی حفاظت کی جائے۔ (اے بی این۔ آمرو) بینک نے دو ہزار روپے فی درخت کے حساب سے دس تناور درختوں کا عطیہ دینے کی پیش کی ہے۔ بندر روڈ کو سرسبز بنانے کے لئے شہری سی بی ای کو اپنی اس سرگرمی میں ڈائریکٹر جنرل پارکس کا تعاون حاصل ہے۔

جھیل پارک

شہری سی بی ای نے ڈائریکٹر جنرل پارکس کے ایم سی کے اشتراک سے جھیل پارک کی ترقی کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔ یہ کام پانی اور افرادی قوت کی فراہمی جیسی رسمی کارروائیاں مکمل ہوتے ہی شروع ہو جائے گا۔

اپنی زمین بچایئے

○ ایسا ڈیٹرجنٹ استعمال کریں جو ماحول کا دوست ہو۔ ندی نالوں اور جھیلوں میں پائے جانے والے نصف سے زیادہ فاسفیٹس ڈیٹرجنٹس کا حصہ ہوتے ہیں۔

○ فریج میں رکھنے والے کھانے کو المونیم فوائل یا پلاسٹک میں لپیٹنے کے بجائے ایسے برتنوں میں رکھیں جنہیں دوبارہ استعمال کیا جا سکتا ہو۔

○ باورچی خانے میں گر جانے والی چیزوں کو پونچھنے کے لئے کاغذی تولیوں کی بجائے پھٹے پرانے کپڑے استعمال کریں اور انہیں دھونے کے بعد دوبارہ استعمال کریں۔

○ پرانے اخبارات کو دوبارہ استعمال کریں۔ امریکی ہر سال ۵۰ ملین ٹن کاغذ استعمال کرتے ہیں گویا وہ ۸۵۰ ملین سے زیادہ درخت استعمال کرتے ہیں۔

○ اپنے اخبارات کو بچا کے رکھیں اور ان کے بنڈل بنا کے ری سائیکلنگ مراکز میں دے آئیں جہاں انہی ری سائیکل کیا جا سکے۔ اگر امریکی اتوار کے اخبارات کو ری سائیکل کریں تو وہ ہر ہفتے پانچ لاکھ درخت بچا سکتے ہیں۔

○ خریداری سے پہلے فاضل اشیاء میں کمی کریں۔ جب آپ خریداری کے لئے جائیں تو ایک ساتھ ہی زیادہ مقدار میں چیزیں خرید لیں یوں چیزیں سستی پڑتی ہیں۔ چیزیں لے جانے کے لئے ڈبے استعمال کریں۔ دب جانے والے پلاسٹک کے برتن استعمال نہ کریں اور مشروبات شیشے کی بوتلوں میں خریدیں، انہیں آسانی سے ری سائیکل کیا جا سکتا ہے۔

○ کھاد بنانے کی کوشش کیجئے۔ آپ گھر کے عقبی احاطے میں کوڑے کچرے کو کھاد میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ بس گھاس اور پتوں کو ایک جگہ ڈھیر کر دیں اور انہیں کھاد بننے کے لئے چھوڑ دیں، ہفتے میں ایک مرتبہ انہیں الٹ پلٹ کریں تاکہ ان میں ہوا پہنچ سکے۔

○ پلاسٹک کی کالی تھیلیاں استعمال مت کریں۔ انہیں آسانی سے تلف نہیں کیا جا سکتا اور ان میں سے ایسے کیمیکلز نکلتے ہیں جو ماحول کے لئے نقصان دہ ہیں۔ ان کی بجائے ٹوکری یا کپڑے کا تھیلا استعمال کریں۔

(بہ شکریہ : صبا قریشی)

لیگل ریسورس سینٹر

چیئرمین : قاضی فائز عیسیٰ۔ امبر علی بھائی

آج کل مقدمات دائر کرنے کے علاوہ لیگل سب کمیٹی سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس ۱۹۷۹ء کے بارے میں تجاویز پیش کر رہی ہے۔ شہری کے وکلا بیرسٹرز فائز عیسیٰ، نعیم الرحمن اور ایڈوکیٹ امبر علی بھائی کی کوششوں کی بدولت اس آرڈیننس میں کئی ترامیم پیش کی گئی ہیں۔ اصل آرڈیننس کی خامیوں کی بدولت گزشتہ سولہ سال میں بلڈنگ کنٹرول قوانین کی بے مثال خلاف ورزیاں ہوئی ہیں جن کے نتیجے میں زمین کے استعمال میں انتہائی تبدیلیاں آئی ہیں اور شہر مکمل طور پر انحطاط کا شکار ہو گیا ہے۔

ترامیم تیار کرنے کے لئے بنائی جانے والی کمیٹی میں ممتاز او کیٹیکنس ارشد عبداللہ، عارف حسن اور بیرسٹر مخدوم علی خان شامل ہیں۔ ترامیم کا مسودہ گورنر سندھ کو بھیجا جا چکا ہے جو سندھ اسمبلی کی منظوری کے بعد آرڈیننس بن جائے گا۔ گارڈن ایسٹ کے علاقے میں ایک چیپٹر شروع کیا گیا ہے ہم کراچی کے ہر زون کے کنٹرولر کے ساتھ ہفتہ وار میٹنگ بھی کر رہے ہیں تاکہ روزمرہ کے مسائل سے نمٹ سکیں اور عدالتوں میں جانے کی بجائے KBCA (KMC) کی سطح پر ہی غیر قانونی تعمیراتی کو رکوا سکیں۔ ہم نے پلاٹ نمبر 154.A, B, C پلاٹ نمبر 157M، بلاک II اور پلاٹ نمبر 180-A پر صرف شاپنگ مال کی تعمیر رکوا دی ہے۔

تحفظ اور ورثہ

10-چوہدری خلیق الزماں روڈ

گزشتہ دو ماہ میں اس ذیلی کمیٹی کے سربراہ نے کوثر بشیر احمد (ڈین آف آرکیٹیکٹ ڈپارٹمنٹ، ڈی سی ای ٹی) سے کئی بار ملاقات کی جو کے ایم سی کے ورثے اور تحفظ کی کمیٹی کے رکن ہیں۔ اس قدیم عمارت کو حاصل کرنے والا بلڈر جلد ہی اسے گرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کے بی احمد کو تجویز پیش کی گئی کہ متعلقہ محکمے سے فوری طور پر حکم امتناعی حاصل کیا جائے تاکہ ایک مناسب منصوبہ تیار کیا جا سکے۔ کے بی احمد کو اس قانونی دفعہ کے بارے میں بھی بتایا گیا جس کے تحت اس طرح کی خوب صورت عمارت کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔ کے بی احمد نے اس کیس کو کمیٹی کی میٹنگ میں پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

نقشے : نقشوں کے ساتھ سات رنگین بروشرز تیار کئے جا رہے ہیں۔ ان میں وہ عمارتیں دکھائیں گئی ہیں جو تعمیراتی ورثے میں شامل ہیں۔ ان کے ساتھ راستوں کا نقشہ اور تبصرہ بھی شامل ہے۔ یہ بروشرز مقامی اور غیر ملکی سیاحت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ طلبہ اور شہریوں میں تعلیمی دلچسپی پیدا کرنے کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ شہری دلچسپی رکھنے والے ایسے ارکان کی تلاش میں ہے جو اس پروجیکٹ کا چارج سنبھال سکیں اور کسی ہوٹل یا تعلیمی ادارے کے ساتھ مل کے اس سروس کو چلائیں۔ کالج کے طلبہ جو اسے تجرباتی بنیاد پر شروع کرنے کے لئے نومبر، دسمبر/ جنوری میں وقت نکال سکتے ہوں، براہ کرم شہری کی کوارڈینیٹر مسز منصور سے رابطہ کریں۔

زمین

اگر زمین کا قطر صرف چند فٹ ہوتا اور یہ کہیں کسی کھیت کے چند فٹ اوپر ہوا میں تیر رہی ہوتی تو لوگ دور دراز سے اسے دیکھنے آتے۔ لوگ اس کے ارد گرد گھومتے اور اس کے بڑے تالابوں اور چھوٹے تالابوں اور ان کے درمیان بہنے والے پانی کو دیکھ کر حیران ہوتے۔ لوگ اس کے ابھاروں اور اس کے سوراخوں کو دیکھ کر محو حیرت ہوتے اور اس کو گھیرے میں لینے والی گیس کی پتلی تہہ اور گیس میں معلق پانی کو دیکھ کر حیران ہوتے لوگ اس گولے کی سطح پر چلنے والی مخلوقات اور آبی مخلوقات کو دیکھ کر حیران ہوتے۔ لوگ اسے بیش بہا قرار دیتے کیونکہ یہ اپنی طرز کی واحد چیز ہوتی اور اس کی حفاظت کرتے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچے۔ اس گولے کو سب سے بڑا عجوبہ سمجھا جاتا۔ لوگ اسے دیکھنے، شفایاب ہونے، علم حاصل کرنے اور خوب صورتی سے واقف ہونے کے لئے آتے اور حیرت کرتے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا۔ لوگ اس سے محبت کرتے اپنی جانیں دے کر اس کا دفاع کرتے کیونکہ انہیں کسی نہ کسی طرح یہ اندازہ ہو جاتا کہ ان کی زندگیاں، ان کی اپنی تکمیل اس کے بغیر ممکن نہیں اگر زمین کا قطر صرف چند فٹ ہوتا۔

مصنف نامعلوم

اسٹیٹ لائف انشورنس کمپنی۔ پرانی عمارت

کراچی کی تعمیراتی اہمیت رکھنے والی عمارتوں کے مالکان کو شہری "بیدار ہو جانے کی کال" دے چکی ہے اور انہیں ان کی بحالی کے لئے ایک مشترکہ پروگرام پر کام کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس سلسلے کا پہلا خط اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن کو بھیجا جا چکا ہے جو کراچی کی کئی خوب صورت عمارتوں کی مالک ہے۔

فنڈ جمع کرنا

انچارج : عمران شیخ رکن مینجنگ کمیٹی شہری، مینجنگ ڈائریکٹر، رضا انٹر پرائزز، حسن مرچنٹ، رکن مینجنگ کمیٹی شہری سی بی ای، سینئر اسسٹنٹ مینجر امریکن ایکسپریس بینک اس ذیلی کمیٹی کا کام شہری سی بی ای کے لئے فنڈز اکٹھا کرنا ہے۔

جونیئر شہری

انچارج : فرحان انور، رکن مینجنگ کمیٹی شہری، سول انجینئرنگ میں انجینئر/ کنسلٹنٹ

اس اسکیم کا مقصد اسکولوں کے جونیئر شہری ارکان کو ماحولیاتی بہتری کے پروگرام کے لئے متحرک کرنا ہے۔ اس کے لئے تین اسکولوں سے رابطہ کیا گیا ہے اور ان کے طلبہ کو مختلف ماحولیاتی کلبوں کا رکن بنایا گیا ہے اور ہر رکن کو مختلف ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ شہری کا عملہ ان جونیئر ارکان سے رابطے میں رہتا ہے۔

اس پروگرام میں مندرجہ ذیل سرگرمیاں شامل ہیں۔

(۱) رہائشی علاقوں اور اسکول کی حدود میں درخت لگانا۔

(۲) مباحثے، پوسٹرز، مضامین نویسی، ڈراموں اور باغبانی کے مقابلے، صفائی کے ضمن میں مارکیٹ کا سروے کرنا، ساحلوں کی صفائی، کچرا جمع کرنا اور پولی تھین کی تھیلیاں جمع کرنا بچوں کو زمین پر ماحولیاتی اثر کی بنیاد اور زمین کو انحطاط سے بچانے کے طریقوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔

ماحولیاتی شعبے میں نوخیز اذہان کی تربیت کے لئے شہری نے "درخت لگاؤ مہم" شروع کی اور اس نام "ایک درخت کو اپنایئے" مہم رکھا گیا۔ اس مہم کو اسسٹنٹ کوآرڈینیٹر عامرہ قیصر نے ۱۹۹۴ میں منظم کیا تھا۔

ایک درخت کو اپنانے والی سرگرمی میں کوئی سولہ جونیئر اور سینئر اسکولز شامل رہے ہیں۔ جن کے طلبہ کو پودے اور ان کی دیکھ بھال کے بارے میں ہدایات پر مشتمل پمفلٹس تقسیم کئے گئے۔ آرٹس اینڈ کرافٹس کلب نے ۲۹ مئی ۱۹۹۵ کو "ماحول کو بچاؤ" کے موضوع پر پوسٹر اور مضمون نویسی کا مقابلہ منعقد کیا اس موقع پر پودے بھی تقسیم کئے گئے۔ جونیئر ونگ نے سوشل ایکشن کلب نے ۲۷ ستمبر کو بہادر آباد کے علاقے میں مارکیٹ سروے کیا اور کھانے کی دکانوں اور کھانا پکانے کی جگہوں کا معائنہ کیا اور کاروباری سرگرمیوں میں ماحولیاتی پہلوؤں پر عمل کے بارے میں سوال جواب کا ایک سیشن منعقد کیا۔ انہوں نے دکانوں کے باہر لگانے کے لئے دکانداروں میں پودے تقسیم کئے تاکہ شجرکاری کو فروغ حاصل ہو اور ماحول کو صاف ستھرا بنایا جا سکے۔

دیکھا گیا ہے کہ بچوں سے ابلاغ ہر ایک پر گہرا تاثر چھوڑتا ہے۔ ماحولیاتی شعبے میں بچوں نے جس دلچسپی کا مظاہرہ کیا اس نے مارکیٹ والوں میں بہت جوش و جذبہ پیدا کیا۔ انہوں نے ماحول کو بچانے کے ضمن میں دیئے جانے والے مشوروں کو بے حد سراہا۔ یہ پروگرام شہری سی بی ای کی کوآرڈینیٹر عامرہ قیصر نے ترتیب دیا تھا۔

آلودگی کے خلاف مہم

انچارج : خطیب احمد

خطیب احمد نے سولڈ ویسٹ مینجمنٹ پر ایک سیمینار منعقد کیا جس میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس سیمینار کا مقصد شہری کے بنیادی سطح کے تجربے میں متعلقہ افراد این جی اوز اور سرکاری حکام کو شریک کرنا اور ان کے نظریات کو سننا اور ان کے تجربے کی بنیاد پر معلومات کا تبادلہ کرنا تھا۔

وہ ارکان جو شہری کے کام کو آگے بڑھانے میں دلچسپی رکھتے ہوں، وہ اس سیمینار کی مکمل رپورٹ شہری کے دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ شہری نے کے ایم سی کے اشتراک سے مانیا سوسائٹی میں کمیونٹی کو متحرک کرنے کا جو کامیاب تجربہ کیا ہے، اسے آسانی سے دوسری جگہ بھی دہرایا جا سکتا ہے۔ شہری کے وہ ارکان جو اپنے علاقے کو کچرے کی مصیبت سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور مانیا سوسائٹی میں اختیار کئے جانے والے طریقے کی بنیاد پر شہری سہولتوں کو بہتر بنانا چاہتے ہیں وہ شہری کے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔

بقیہ : صنعتی آلودگی

اسی طرح ہم ماحول کو نقصان پہنچائے بغیر صنعتیں بھی چلا سکتے ہیں۔ اس کے لئے منصوبہ بندی اور اس پر عمل در آمد درکار ہے۔ ماحول کے لئے مہربان ٹیکنالوجیز موجود ہیں' ایجادات اور تکنیکیں موجود ہیں جو اخراج کو کم کر سکتی ہیں یا مکمل طور پر مطلوبہ قومی ماحولیاتی کوالٹی معیار N.E.Q.S. پر لا سکتی ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امنگوں بھرے منصوبے پیش کر کے اور کچھ تادیبی قوانین بنا کے آلودگی کو ختم کیا جا سکتا ہے' وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ ہم نے دواؤں اور غذا کے بڑے سخت قوانین بنائے ہیں لیکن دواؤں اور غذا میں ملاوٹ روکنے میں ناکام رہے ہیں۔

جہاں تک ماحول کا تعلق ہے' ہم حکومت کے منصوبوں کو سراہتے ہیں۔ ساری نئی صنعتوں کو متعلقہ حکام سے کلیئرنس لینی چاہئے اور اپنی صنعتوں کو ماحول پر مہربان ٹیکنالوجیز کی بنیاد پر لگانا چاہئے اور ان کے گنداب اور اخراج کو بے ضرر بنانے کے لئے کیمیاوی تدبیر کے موزوں انتظامات کرنے چاہئیں۔ ہم عملدرآمد والے حصے پر تبصرہ نہیں کریں گے۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد توانائی کے شعبے میں خصوصاً" بہت سی صنعتیں لگائی گئی ہیں۔ لیکن نتائج آپ کے سامنے ہیں۔ ہم ان صنعتوں کے قیام کی اجازت دینے والے حکام کی نیتوں پر شبہ نہیں کر سکتے۔ پرانی صنعتوں کو جولائی ۱۹۹۶ء سے پہلے اپنی حالت بہتر بنانی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر ان میں سے بہت سی صنعتیں ایسا کرنے کے قابل نہیں ہیں یعنی ان میں سے کچھ کے پاس ایسی اضافی جگہ نہیں ہے کہ اخراج میں تخفیف کرنے والے آلات لگا سکیں۔ کچھ کو اقتصادی بجا آوری کے امکانات اجازت نہیں دیتے' کچھ کے لئے تخفیف کرنے والے آلات کی قیمت ان کے کارخانوں کی تمام مشینوں سے کہیں زیادہ ہے اور ان میں سے بیشتر کے لئے ملک میں ٹیکنالوجیز موجود نہیں ہیں۔ اس سے پہلے کہ مقررہ تاریخ سر پر آ جائے اور عملدرآمد ناممکن ہو جائے ایف پی سی سی آئی نے اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

صنعت کار بھی پاکستان کے شہری ہیں۔ انہیں بھی یہاں اپنے بچوں کے ساتھ رہنا ہے۔ انہیں بھی ماحول کی اتنی ہی فکر ہے جتنی کہ دوسروں کو۔ کچھ کالی بھیڑیں تو ہر جگہ ہوتی ہیں۔ صنعتکاروں کے درمیان بھی ایسے لوگ موجود ہو سکتے ہیں۔ ایف پی سی سی آئی نے جو ایک چوٹی کا ادارہ ہے بڑی احتیاط سے تمام صورت حال کا جائزہ لیا ہے اور یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ ٹیکنالوجی ہی مسئلے کی کنجی ہے' ایف پی سی سی آئی نے ملک میں ماحولیاتی ٹیکنالوجی لانے کو اولین ترجیح دی ہے۔ ہم توقع ہے کہ ہماری قوم میں ملکی ضروریات کے مطابق ان ٹیکنالوجیز میں تبدیلی لانے' انہیں بہتر بنانے اور انہیں ترقی دینے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس مقصد کے لئے پی سی سی آئی نے ایک پروگرام شروع کیا ہے جسے ماحولیاتی پروگرام برائے صنعت (E.T.P.I) کہا جاتا ہے۔ اس پروگ کے لئے رقم نیدرلینڈ کی حکومت فراہم کر رہی ہے اور یہ پروگرام ترقی یافتہ مرحلے میں ہے۔

ETPI کا بنیادی مقصد آلودگی میں تخفیف کے اقدامات' کچرے کوٹ لگانے اور ری سائیکل کرنے' کیمیکل ریکوری' قدرتی' زیادہ موثر اور ماحولیاتی طور پر محفوظ ٹیکنالوجیز کے استعمال کے ذریعے پاکستان کے مینوفیکچرنگ / صنعتی شعبے کی جانب سے ماحولیاتی طور پر محفوظ اشیاء کی پیداوار کے لئے ماحولیاتی طور پر محفوظ ٹیکنالوجیز کے استعمال کو فروغ دینا ہے۔ علاوہ ازیں کچھ مخصوص مقاصد بھی حاصل کئے جائیں گے' جیسے :

(۱) پاکستان کے صنعتی شعبے میں ماحولیاتی پراجیکٹس کے نفاذ کے لئے ایک مربوط اور تعاون کنندہ بین الایجنسی نیٹ ورک قائم کرنا۔

(۲) ماحولیاتی ٹیکنالوجی کے فوائد کا مظاہرہ کرنے کے لئے ٹول میکانزم اور ذرائع کی نشرو اشاعت کرنا۔

(۳) ماحولیاتی ٹیکنالوجی کی تنصیب اور اسے چلانے کے لئے سرکاری اور نجی شعبوں میں متعلقہ اداروں کی استعداد اور اہلیت میں اضافہ کرنا۔

(۴) منتخبہ ذیلی صنعتی شعبوں میں ماحولیاتی ٹیکنالوجی کے مظاہروں کے پراجیکٹس پر عملدرآمد کرنا۔

(۵) قومی ماحولیاتی کوالٹی معیارات کے نفاذ کی صلاحیت میں اضافہ کرنا۔

(صنعتی آلودگی اور شہری ماسٹر پلان کے موضوع پر ہونے والے شہری کے سیمینار میں پڑھا گیا۔)

بقیہ : شاہ بندر

کے ذریعے ہوتی ہے۔ دریائے مسسپی کے ڈیلٹا پر واقع نئی اورلین بندرگاہ سمندری بندرگاہ کے علاوہ اندرون ملک جہاز رانی کی بندرگاہ کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ اگر ہمیں واری کریک اور شاہ بندر کے علاقے میں ایک بندرگاہ تعمیر کرنی ہے تو اورلین بندرگاہ ہمارے لئے ایک ماڈل ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک اور متعلقہ فائدہ یہ ہو گا کہ دریائے سندھ کے اندرون ملک حصے کے پانی کو شاہ بندر تک پہنچایا جا سکے گا اور یوں مقامی لوگوں کی تازہ پانی کی ضروریات پوری ہو سکیں گی۔ پاکستان میں دنیا کا سب سے بڑا آبپاشی کا نظام موجود ہے اور اس کی کچھ نہریں یورپ کے سب سے بڑے دریاؤں سے بھی بڑی ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اس قیمتی وسیلے کو مفید طور پر استعمال کیا جائے تاکہ ملک میں سماجی و اقتصادی خوش حالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو سکے۔

تفریحی سہولتیں

یہ علاقہ ایک اہم تفریحی مرکز کے طور پر بھی ابھر سکتا ہے۔ طرح طرح کی تفریحی سرگرمیوں مثلاً کشتی رانی' کیمپنگ اور ماہی گیری کی بدولت سیاحوں کی آمد میں اضافہ ہو گا اور مقامی معیشت مزید ترقی کرے گی۔ نقل مکانی کرنے والے پرندوں کے لئے جگہ فراہم کر کے اسے پرندوں کی اہم تحفظ گاہ میں بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں ایک ایسی بندرگاہ کی ضرورت ہے جو بھاری صنعتوں کے کام آ سکے اور درآمدی و برآمدی کارگو کی سہولیات فراہم کر سکے تاکہ کراچی کی بندرگاہ کا بوجھ کم ہو اور قومی اقتصادی ترقی کے مواقع بڑھیں۔ شاہ بندر واری کریک کے علاقے سے مطلوبہ مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں اور ممتاز ترقیاتی ماہرین کے نزدیک ایک گہری سمندری پورٹ کے قیام کے لئے یہ علاقہ ترجیحی حیثیت رکھتا ہے۔ مختلف امکانات کا تجزیہ کرنے کے لئے اس ضمن میں وسیع اسٹڈی کی ضرورت ہے چونکہ اس طرح کے کثیرالجہتی ترقیاتی پراجیکٹ کے لئے بہت زیادہ سرمایہ کاری درکار ہوتی ہے۔ اس لئے اس نوعیت کی تحقیق اور بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

(فرحان انور شہری برائے بہتر ماحول کی مینجنگ کمیٹی کے رکن ہیں)

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے "شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کر دیں۔

شہری ـــــ سٹیزنس برائے بہتر ماحول

206-G - بلاک 2 - پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی' کراچی۔ 75400 پاکستان

ٹیلی فون [redacted] 442578 فیکس : 494-8228

نام ـــــــــــــــ ٹیلی فون (گھر) ـــــــــــــــ

ایڈریس ـــــــــــــــــــــــــــــــ

پیشہ ـــــــــــــــ ٹیلی فون (دفتر) ـــــــــــــــ

بقیہ : گارڈن ایسٹ

چلتا رہتا ہے۔ اسکیم کے غیر قانونی ہونے کے بارے میں چھوٹے موٹے غیر اہم اشتہارات شائع کروا دیئے جاتے ہیں۔ بجلی، پانی اور گیس کے اداروں کو نوٹس بھیجے جاتے ہیں کہ وہ کنکشن نہ دیں لیکن بلڈر کسی نہ کسی طرح ان ساری رکاوٹوں پر قابو پا لیتا ہے۔ لوگ رہنے آ جاتے ہیں اور بلڈر خطیر منافع سمیٹ کر رخصت ہو جاتا ہے۔ (اس منافع میں دوسرے اہم کھلاڑیوں کا حصہ بھی ہوتا ہے)

بہرحال اب شہریوں نے اپنے طور پر ہائی کورٹ سے حکم امتناعی حاصل کرنا شروع کر دیا ہے۔ شہری سی بی ای گارڈن ایسٹ کے مکینوں کو منظم کر رہی ہے۔ کے ایم سی کے ایڈمنسٹریٹر فہیم الزماں، کے بی سی اے کے چیئرمین مرزا مقبول اور ٹیکنیکل ایڈوائزر نعمان احمد کے تعاون سے شہریوں کے ایک گروپ نے متعلقہ افسران کے ساتھ میٹنگوں کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ غیر قانونی طور پر زیر تعمیر پراجیکٹس کی نگرانی کی جا سکے۔

اس وقت بھی گارڈن ایسٹ میں تعمیرات کی اجازت کے لئے دس درخواستیں زیر التوا ہیں اور اجازت نہ ملنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ گارڈن ایسٹ کے پلاٹوں کی لیز کی میعاد ۳۰ جولائی ۱۹۹۵ء کو ختم ہو چکی ہے۔

(رونالڈ ڈی سوزا الیکٹریکل کنسلٹنگ انجینیئر ہیں اور عوامی مسائل میں بے حد دلچسپی لیتے ہیں)

بقیہ : بحری آلودگی

جہازوں اور آب دوزوں کو اس مسئلے کا سامنا ہے۔ سلفیٹ میں کمی کرنے والے بکٹیریا بھی اس عمل میں اضافے کا سبب بنتے ہیں جن کی وجہ سے کراچی کے ساحلی پانی میں یہ شرح ۳۰۰۰ پی پی ایم سے بڑھ کر ۴۰۰۰ پی پی ایم ہو گئی ہے۔ زنگ لگنے کے عمل میں اضافے کی ایک اور ممکنہ وجہ حل شدہ گیسیں، بھاری دھاتیں اور معلق ٹھوس مادے ہیں جو بندرگاہ

اور دریائی علاقوں میں زیادہ تناسب میں ملے ہیں۔

۳۔ ساحلوں اور تفریحی علاقوں پر اثر

ساحلی اور تفریحی علاقوں پر مرتب ہونے والے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ آلودہ ساحلی پانیوں کی وجہ سے جلد کے متعدی امراض کے کیس سامنے آئے ہیں۔

۴۔ پانی میں پودوں کی موجودگی کی وجہ سے آلودگی میں اضافہ

آلودہ کن عناصر میں نائٹریٹ اور فاسفیٹ کی زیادہ مقدار کی وجہ سے شروع میں پودوں کی نشوونما میں اضافہ ہوتا ہے لیکن پھر وہ حل شدہ آکسیجن کی مقدار میں کمی کی بنا پر بڑی تعداد میں مرنے لگتے ہیں۔ پانی کی تہہ میں مردہ پودوں اور ان کی گلی سڑی بافتوں کے جمع ہونے سے پانی کی گہرائی میں کمی ہو جاتی ہے۔ ان مردہ بافتوں کی وجہ سے حیاتیاتی آکسیجن کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور سمندری پانی میں حل شدہ آکسیجن کی مقدار کم ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ آبی جانوروں کی ہلاکت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور ان کی آبادی کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔ کائی زیادہ مقدار میں بننے لگتی ہے اور یوں ساحلی پٹی کی نباتات کا ماحولیاتی توازن خراب ہو جاتا ہے اور آلودہ علاقے کی جمالیاتی اہمیت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ کراچی کے ساحل کے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے تیس کلومیٹر کے علاقے پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے بحری آلودگی کو کنٹرول کرنے کے پروگرام کو موثر طور پر نافذ کیا جائے۔

ڈاکٹر اقبال علی این ای ڈی انجنیئرنگ یونیورسٹی میں ماحولیاتی انجنیئرنگ اور ریسرچ کے انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر ہیں۔

ماحول کا عالمی دن

ماحولیاتی مسائل کی آگاہی دنیا بھر کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا رہی ہے۔ اسے اب ایک ایسی سماجی، سیاسی اور اقتصادی سرگرمی کے طور پر دیکھا جانے لگا ہے جو توجہ اور عمل کا تقاضا کرتی ہے۔ شہری سی بی ای پاکستان میں ماحولیاتی مسائل کو ایک نئے تناظر میں پیش کر رہی ہے۔ اس میں ایڈووکیسی (پیروکاری) کی حکمت عملی اپنا کر ماحول کی خرابیوں کے خلاف جدوجہد شامل ہے۔ اس این جی او نے ۱۹۸۸ء میں کام کرنا شروع کیا اور اس کا مقصد کراچی کے ماحولیاتی مسائل کو حل کر کے پائیدار شہری ماحول کے قیام میں حصہ لینا تھا۔ یہ چودہ مختلف شعبوں میں سرگرمیوں کو مربوط کرنے کا ارادہ بھی رکھتی ہے جن کی وضاحت NCS دستاویز میں کی گئی ہے۔

فی الحال شہری سی بی ای درج ذیل امور پر توجہ دے رہی ہے۔

۱۔ رہائشی زمین کے غلط استعمال کی نگرانی کرنا جس کا سبب غیر منصوبہ بند شہری پھیلاؤ ہے جو سماجی عدم اطمینان کا سبب بن رہا ہے۔

۲۔ تعمیراتی ورثے اور جنگلی حیات کی حفاظت کرنا۔

۳۔ فضلے کو ٹھکانے لگانا۔

۴۔ پارکوں اور تفریحی سہولتوں کو محفوظ رکھنا اور انہیں ترقی دینا۔

۵۔ میڈیا، سیمیناروں اور سہ ماہی شہری نیوز لیٹر کے ذریعے سماجی، سیاسی اور ماحولیاتی آگاہی پیدا کرنا۔

چونکہ شہری سہولتوں سے متعلق ایجنسیاں آبادی میں اضافے کا ساتھ نہیں دے پا رہیں جو قدرتی وسائل یعنی پانی، ہوا اور شہری ماحول میں فطری روئیدگی کے لئے ایک خطرہ ہے اس لئے شہری اس ضمن میں بھی ایک فعال این جی او کی حیثیت سے مدد کرنا چاہتی ہے۔ یہ کوئی قلیل المیعاد جدوجہد نہیں ہے بلکہ ہمیں نامساعد حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہو گا جس کے لئے انتھک محنت درکار ہے اور شہری سی بی ای کے سارے ارکان اسی سمت میں جدوجہد کر رہے ہیں۔

(شہری نے یہ پریس ریلیز عالمی یوم ماحول پر جاری کیا)

ماحولیاتی مصوری کی علامتیں اور اشارے

ش۔ فرخ

فنون لطیفہ نے ہمیشہ ماحول پروری کی ہے۔ ویرانے میں موسیقی کی نغمگی بھر دیتے ہیں۔ تصویر ایک پژمردہ گرد و پیش میں رنگ آمیزی کا وسیلہ بنتی ہے۔ لیکن جب سے ماحول کے بارے میں شعور بڑھتا جا رہا ہے دنیا بھر کے بیشتر مصوروں نے انسان کی بے توجہی اور نامنصوبہ بندی کی بنا پر بڑھنے والی فضائی اور ماحولیاتی آلودگی کے بارے میں احتجاج کے طور پر اس امر کو اپنے فن کا حصہ بنا لیا ہے۔

گزشتہ دنوں انڈس گیلری کراچی میں "امریکہ کے گرافک آرٹ کے مشہور ادارے برانڈی وائن ورکشاپ کے زیر اہتمام "اشارات اور علامتیں" کے عنوان سے تصاویر کی نمائش منعقد ہوئی جن میں لیولیمون' الزبتھ گرا جالز اور سارہ فان کیورن نے اپنے فن پاروں کے ذریعے ماحولیاتی مسائل کے بارے میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ سارہ فان کیورن کی تصویر "ساحل سمندر پر" میں ایک بلند مقام سے سمندر کے گدلے پانی' دھول اور دھوئیں سے اٹھتی ہوئی فضا پر نظر ڈالی ہے اس آلودگی میں دونوں کی شناخت ختم ہو گئی ہے۔ سمندر کی نیلاہٹوں پر سیاہ رنگ غالب آتا ہے اور سیاہ پٹی کے فریم سے بننے والے دریچے کے اس پار' تاحد نظر زندگی بے بس اور بے جان محسوس ہوتی ہے۔

سارہ فان کورین کی ایک اور تصویر "سیاسی ٹکڑا" شہری زندگی میں پھیلنے والی ابتری ظاہر کرتی ہے۔ سارہ کی یہ تصویر فوٹوگرافی اور آف سیٹ لیتھوگرافی کا خوبصورت امتزاج ہے جس میں شہری گنجان آبادیوں میں کنکریٹ تعمیرات میں آسمان' جو کھلی فضا کی علامت ہے۔ یکسر معدوم ہو گیا ہے۔ وہاں عمارتیں اور زندگی غیر مستحکم اور فضا میں ڈولتی ہوئی نظر آتی ہے۔ افق کی حدود مٹ گئی ہیں۔ سارہ کے اس پرنٹ میں رنگ و نقش کا ہجوم ہے۔ اس کے برعکس "ساحل سمندر پر" کی تصویر میں جمالیاتی اور تزئینی تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ ان کی تصاویر میں تاثر نگاری نمایاں جہاں انسانی وجود منظر میں پتھروں کی مانند ساکن اور بے حس دکھائی دیتے ہیں۔

جبکہ میکسیکو نژاد لیولیمون اشارات اور علامتوں کے وسیلے سے جو اظہار کرتا ہے وہ واضح اور آسان فہم ہے۔ "ایل اے گرین ہاؤس پریمیئر" میں بڑھتی ہوئی شہری آلودگی سے مقبول ماحولیاتی اصطلاح سبز خانے کے اثرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پرنٹ کا مرکزی اور نمایاں موضوع انسانی پیکر ہے جو امریکی انڈین کی روایتی ٹوپی اور کاروباری لباس زیب تن کئے فضا میں بھاگتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جیسے وہ بہت تیز رفتاری سے لامحدود دنیا کے فاصلے طے کرنا چاہتا ہو۔ یہ آج کے انسان کی ہوس اور خود غرضی کی علامت ہے۔ اس کی بے یقینی کا یہ عالم ہے کہ وہ کہیں ایک مقام پر اپنا مستقل ٹھکانہ نہیں بناتا۔ اس صورت میں زمین سے اس کا ناطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پرنٹ میں انسانی پیکر ایک ٹرک اور کیمپر (Camper) اٹھائے ہوئے ہے۔ ٹرک انسان کی نقل و حمل اور اس کی کاروباری مصروفیات کی علامت ہے جبکہ کیمپر جو اس کی عارضی رہائش گاہ ہے اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے۔

بعض علامتیں اور اشارے ناظر کو یہ ترغیب دیتے ہیں کہ وہ ان سے اپنا مطلب خود نکالے۔ لیولیمون کی علامتیں ٹرک' کیمپر' موٹر گاڑیاں اور بڑی عمارتیں' ماحولیاتی آلودگی کی ذمہ دار بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی کہ فضا میں معلق انسان کے ذریعے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسانی زندگی میں خلل پیدا ہوا ہے اور قدرتی نباتات تباہ ہوتی جا رہی ہے۔

الزبتھ گرجالز کے پرنٹ "پاسبانی" میں کمپوزیشن میں نمایاں خونخوار پرندے کے وسیلے سے پر اثر ماحولیاتی پیغام دیا گیا ہے۔ مراد یہ کہ اپنے ماحول کا تحفظ کریں۔ وگرنہ لاپرواہی کے نتیجے میں ایسے ضرر رساں جاندار پیدا ہو سکتے ہیں جو کمزور پرندوں اور جانوروں کی بقا کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ تصویر کی دیگر علامتوں میں ڈھیر سے اٹھتا ہوا زرد دھواں اور بنجر زمین آلودگی کے اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پرندے کی آنکھیں بھی دھوئیں سے آلودہ ہیں اور یہ بدنما پرندہ دھوئیں اور دھول سے اٹے ہوئے آسمان میں ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

(ش۔ فرخ فری لانس جرنلسٹ ہیں)